گلدستہ توحید

تالیف

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر

مکتبہ صفدریہ
نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

گلدستۂ توحید

جس میں قرآن کریم، احادیث صحیحہ، کتب تواریخ اور حضرات فقہائے
احناف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی عبارات سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ
مصیبت کے وقت مافوق الاسباب طریق پر غیر اللہ کو پکارنا ناجائز ہے
شرک کی تردید کے علاوہ معترضین کے جملہ قابل ذکر استدلالات کے جوابات
بھی درج کردیئے گئے ہیں اور اصنام واوثان کی پوری حقیقت بھی بیان کردی گئی ہے

شائع کردہ
مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

نام کتاب ________ گلدستۂ توحید

مصنف ________ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صفدر

طبع ________ دوازدہم نومبر ۱۹۹۲ء

تعداد ________ گیارہ سو (۱۱۰۰)

قیمت ________ -/۲۵

مطبع ________ فائن بکس پرنٹرز لاہور

ناشر ________ مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ملنے کے پتے

مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور — مکتبہ رشیدیہ اردو بازار لاہور

مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور — مکتبہ حنفیہ اردو بازار گوجرانوالہ

مدینہ کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ — اسلامی کتب خانہ ایبٹ آباد

کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی — مکتبہ علمیہ جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی ۱۶

مکتبہ حسینیہ قذافی روڈ گرجاکھ گوجرانوالہ

فہرست مضامین

دیباچہ طبعِ ہفتم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَمُسَلِّماً

اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ شکر ہے کہ گلدستۂ توحید کو جو سرسری طور پر لکھا گیا تھا حد سے زیادہ شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی اور مسلمانوں کے ہر طبقہ میں وہ یکساں ذوق و شوق کے ہاتھوں سے لیا گیا۔ اور محبت ہی نہیں بلکہ عشق کے دل و دماغ سے سوچا گیا اور عقیدت کی آنکھوں سے پڑھا گیا۔ عربی اور دینی مدارس کے علاوہ انگریزی مدرسوں، اسکولوں، کالجوں اور دیگر مختلف مجلسوں میں پڑھا گیا اور اس سے فائدہ اٹھایا گیا حتیٰ کہ اکثر جید اور محقق علماء کرام نے اسے بہت زیادہ پسند فرمایا، اور یہ سب کچھ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں سابق ایڈیشنوں کی طرح چھٹا ایڈیشن بھی ختم ہو کر بالکل نایاب ہو گیا۔ اب بعض درد دل رکھنے والے دوستوں نے اس کی طباعت ہفتم کا انتظام کر دیا ہے۔ خدا تعالیٰ ان کی سعی کو قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

اس ایڈیشن میں بعض اکابر اور احباب کے مزید مفید مشورے اور بعض ضروری ترمیم بھی شامل ہیں اور بظاہر یہ کہنا صحیح ہے کہ گلدستۂ توحید کا یہ مکمل اور آخری و صحیح ایڈیشن ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ یہی طبع ہوتا رہے گا۔

ابو الزاہد محمد سرفراز خاں صفدر

۸ر رجب ۱۳۹۵ھ

۱۸ر جولائی ۱۹۷۵ء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

مقدمہ

قارئین کرام:۔ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں نہ کوئی سچا آدمی پیدا ہوا اور نہ پاکباز۔ ان کی صداقت، امانت، عدالت، عفت، سخاوت، صلہ رحمی، مہمان نوازی، کمزوروں سے ہمدردی اور وعدہ وفائی وغیرہ بے شمار خوبیوں میں دنیا اُن کی نظیر پیدا کرنے سے قاصر رہی ہے، اور تا قیامت قاصر رہے گی، اور اُن کی ان خوبیوں کا اقرار اُن کے دشمنوں اور مخالفوں کو بھی صاف لفظوں میں کرنا ہی پڑا ہے۔ لیکن اس کے باوجود سب سے زیادہ تکالیف کا سامنا حضرات انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی کو کرنا پڑا ہے اور جناب سید الرسل، فخر الانبیاء اور خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسانوں میں سب سے زیادہ مصائب اور امتحانات انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو برداشت کرنے پڑے ہیں۔ پھر اُن کو جو اُن کے قریب تر ہوں۔ پھر اُن کو جو اُن کے قریب تر ہوں۔ (او کما قال۔ مشکوٰۃ ص۱۳۶ والدارمی ص۳۹۵ والترمذی جلد ۲ ص۶۴ وقال حسن صحیح)

اور ان سب سے بڑھ کر مصائب و آلام آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے برداشت کئے ہیں۔ آپ کو دشمنوں نے پتھر برسا کر لہولہان کیا، شعب ابی طالب میں محبوس کیا۔ تمام قوم نے بائیکاٹ کیا۔ آپ کے راستہ میں کانٹے بچھائے گئے۔ آپ کی گردن مبارک پر اوجھڑی ڈالی گئی۔ ایک مرتبہ آپ کے

گلے مبارک میں چادر لپیٹ کر اس زور سے آپؐ کو کھینچا گیا کہ گردن مبارک میں بدھیاں پڑ گئیں۔ آپؐ کو گالیاں دی گئیں۔ جب آپ باہر نکلتے تو شریر لڑکے آپؐ کے پیچھے پیچھے غول باندھ کر چلتے۔ ایک شقی اور بدبخت نے آپؐ کے سر مبارک پر خاک ڈال دی اور ایک موقع پر آپؐ کو شہید کرنے کا پورا پورا انتظام کر دیا گیا کہ اچانک حضرت ابوبکرؓ آ گئے اور بہ زور مداخلت کر کے آپؐ کو دشمنوں کے نرغہ سے نکالا اور یہ فرمایا کہ اس شخص کو قتل کرتے ہو جو صرف یہ کہتا ہے کہ میری پرورش کرنے والا صرف ایک ہی ہے۔ غرضیکہ دشمنوں نے آپؐ کو تکلیف پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ کہنے والوں نے کیا کچھ نہ کہا، حاسدوں نے کس بات سے دریغ کیا جو بغض اور حسد میں نہ کہی جاتی ہو۔ مفسدوں کی مفسدہ پردازی، موذیوں کی ایذا اور ظلم و جور کی وہاں کیا کمی تھی۔ کبھی کاہن کہا، کبھی ساحر، کبھی مجنوں بنایا تو کبھی مفتری ٹھہرایا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

اور آپؐ کے جاں نثاروں پر جو جانگداز واقعات گزرے، ان کو پڑھ کر دل کانپ جاتا ہے اور بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

حضرات صحابہ کرامؓ پر ظلم و جور

حضرت سمیہؓ کو ابوجہل نے نازک مقام پر برچھی مار کر شہید کر دیا۔ حضرت یاسرؓ بھی کافروں کے ہاتھ سے اذیت اٹھاتے اٹھاتے ہلاک ہو گئے۔ حضرت بلالؓ کو کڑکتی دھوپ میں ریت پر لٹایا گیا اور سینے پر وزنی چٹان رکھی گئی۔ حضرت خبابؓ کو جلتے کوئلوں پر لٹا کر ان کی چھاتی پر پاؤں رکھے گئے تاکہ کروٹ بدلنے نہ پائیں۔ حضرت ابوفکیہہؓ کے پاؤں میں رسّی باندھ کر ان کو گھسیٹا گیا۔ حضرت لبینہؓ کو حضرت عمرؓ کفر کی حالت میں اتنا مارتے کہ مارتے مارتے تھک جاتے اور کہتے تھے کہ میں نے تجھ کو رحم کی بنا پر نہیں چھوڑا بلکہ اس لیے چھوڑا ہے کہ میں تھک گیا ہوں۔ حضرت زنیرہؓ کو اس قدر مارا گیا کہ ان کی آنکھیں جاتی رہیں۔ حضرت عثمانؓ کو چچا

نے رسّی سے باندھ کر پیٹا۔ حضرت ابوذرؓ کو کعبہ میں مارتے مارتے لٹا دیا گیا۔ حضرت زبیرؓ بن عوام کو چچا نے چٹائی میں باندھ کر ان کی ناک میں دھواں دیا۔ حضرت سعیدؓ بن زید کو رسیوں سے باندھا گیا۔ حضرت عبداللہؓ بن مسعود کو حرم کعبہ میں اتنا مارا گیا کہ ان کا چہرہ زخمی ہو گیا۔ حضرت صہیبؓ کو پانی میں ڈبکیاں دی گئیں۔ حضرت حارثؓ بن ابی ہالہ کے ناحق خون سے کعبہ کے پاس مسجد حرام کی زمین رنگین کی گئی۔ (یہ تمام واقعات کتب حدیث، تاریخ اور سیر میں مذکور ہیں) غرضیکہ مسلمانوں پر مصائب و آلام کا ایسا طوفان برپا کیا گیا کہ بہت سے حضرات نے حبشہ کی ہجرت اختیار کر کے دشمنوں سے جان بچائی اور جو مکہ مکرمہ میں رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفاقت میں رہے اُن کو بھی تختۂ مشق بنایا گیا۔ حتیٰ کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ایسے بزرگ بھی مجبور ہو کر مکہ سے حبشہ ہجرت کرنے پر تیار ہو گئے مگر ابن دغنہ کافر کی مداخلت سے ان کا یہ ارادہ ملتوی ہوا۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۵۲)

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ تکالیف جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپؐ کے حضرات صحابہ کرامؓ کو دی گئیں ان کا سبب، علت اور وجہ کیا تھی؟ کیا آپ مشرکین کو خدا کی ہستی اور ذات منوانا چاہتے تھے اور وہ اس کا انکار کرتے تھے؟ قطعاً نہیں۔ تمام مشرکین عرب خدا تعالیٰ کو آسمان اور زمین کا خالق اور رازق بلکہ مدبر امر اور ہر چیز کا اختیار رکھنے والا مانتے تھے جس کی پوری تفصیل آئندہ بیان کی جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ کیا آپ ان کے سامنے شریعت کے اوامر (یعنی نماز، روزہ، حج، قربانی وغیرہ) پیش کرتے تھے جن کے ماننے میں مشرکین کو تأمل تھا؟ یہ بھی نہیں کیونکہ یہ تمام عبادات کافی عرصہ کے بعد نازل ہوئی تھیں۔ ان کا مفصل بیان آگے آئے گا۔ (انشاء اللہ العزیز)

تو کیا آپ ان کے سامنے نواہی (یعنی شراب، نکاحِ متعہ، بے پردگی، حرام جانوروں کے کھانے سے روکنا وغیرہ) پیش کرتے تھے۔ جس سے وہ لوگ

باب دوم

مشرک حالتِ شرک میں جو بھی عبادت اور کارِ خیر کرتا ہے یا کرے گا، اللہ کے ہاں اس کی کوئی بھی قدر و منزلت نہیں ہوتی اور نہ ہی اسے درجہ قبولیت حاصل ہو سکتا ہے۔ ذیل کے دلائل غور کے ساتھ پڑھنے سے آپ کو بخوبی یہ امر معلوم ہو جائے گا۔

(۱) مشرکینِ مکہ نے اپنی بعض عبادتوں کا ذکر کیا تھا کہ ہم بھی نیکی کے کام کیا کرتے ہیں، مثلاً مسجد حرام کی تعمیر کرتے ہیں اور (پردیسی مسافر) حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں (وغیرہ وغیرہ) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ	کیا تم نے کر دیا حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کی تعمیر کرنا، برابر اس کے جو ایمان لایا اللہ پر، اور قیامت کے دن پر اور اللہ کے راستہ میں جہاد کیا یہ برابر نہیں ہیں اللہ کے نزدیک۔
(پ۱۰، توبہ ۱ع ۳)	

جناب رسول خدا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے مسجد تعمیر کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک مخصوص قسم کا محل تیار کرے گا۔ (بخاری ۱ ص۲۱۵ و مسلم ۱ ص۲۰۱) اور مسجد بھی کوئی شاہی مسجد نہیں، بلکہ اتنا مبالغہ فرمایا کہ اگرچہ وہ کونج (پرندہ) کے گھونسلے کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔

ارشاد فرماتا ہے:۔

وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۔	اور البتہ تحقیق حکم دیا جا چکا ہے تجھ کو اور تجھ سے اگلوں کو کہ اگر تو نے شرک کیا تو اکارت جائیں گے تیرے عمل اور تو ہو جائے کا نقصان اٹھانے والوں میں۔
(پ۲۴، زمر ۷ع)	

آپ جانتے ہی ہیں کہ نبی کا ہر کام مقبولِ خدا ہوتا ہی ہے۔ بالفاظِ دیگر نبی کے ایک عمل کا اور اُمّت کے سارے اعمال کا بھی اگر موازنہ کیا جائے تو میرا اور میرے تمام اکابر کا یہ اعتقاد ہے کہ نبی کا ایک ہی عمل تمام اُمّت کے اعمال سے بڑھ جائے گا۔ مگر باایں ہمہ ارشادِ خداوندی یہ ہے کہ اگر بالفرض آپ سے بھی شرک صادر ہو جائے تو آپ کے اعمال بھی اکارت ہو جائیں گے (نبی سے شرک کا صدور امرِ محال ہے لیکن صرف اُمّت کو سمجھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔)

خلاصہ امر یہ ہے کہ شرک کرنا ظلمِ عظیم ہے اور ہمیشہ کے لیے مشرک بخششِ خداوندی سے محروم ہو جاتا ہے اور اس پر جنت بھی حرام ہو جاتی ہے اور وہ ابد الآباد تک جہنم کا ایندھن بھی بنا رہیگا۔ اور شرک اتنی قبیح چیز ہے کہ اگر بالفرض پیغمبروں سے بھی اس کا صدور ہوتا تو ان کے اعمال بھی اکارت ہو جاتے اور یہ محکم حکم اللہ تعالےٰ جیسے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل کر چکا ہے۔ اسی طرح آپ سے پہلے بھی دوسرے پیغمبروں پر اسی مضمون کی وحی نازل فرما چکا ہے۔ الغرض مشرک سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کا باغی اور نافرمان دوسرا کوئی نہیں ہو سکتا۔

حضرت عبد اللہؓ بن مسعود فرماتے ہیں کہ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا:۔

اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَّهُوَ خَلَقَكَ	کہ سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ تو خدا تعالیٰ کا شریک ٹھہرائے حالانکہ اسی نے تجھے پیدا کیا۔
(بخاری ج۲ ص۱۰، مسلم ۱ ص۶۳)	

نوٹ:۔ ند کی تشریح انشاء اللہ تعالیٰ اپنے مقام پر آئے گی۔

(ابوداؤد طیالسی ص ۳۴۱ و ابن ماجہ ص ۵۴۳) ۔

لیکن آپ کو معلوم ہے کہ مشرکینِ مکہ نے جن میں ابوجہل، ابولہب، عتبہ اور شیبہ وغیرہ خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں، ایک معمولی مسجد ہی نہیں بلکہ اُمّ المساجد تعمیر کی تھی۔ لیکن ان کے لیے جنت میں محل تو کیا تیار ہوگا وہ کبھی جنت میں داخل ہی نہیں ہو سکتے۔ اور مسجد حرام کا چندہ جس خلوص سے مشرکین نے جمع کیا، وہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔

ابو وہب بن عابد مسجد حرام کا متولی تھا۔ اس نے اعلان کیا تھا کہ مسجد حرام میں حلال و طیب مال ہی لگایا جائے گا۔ کوئی شخص حرام کار عورتوں کی آمدنی اور سود کی رقم اور دیگر ظلم سے حاصل کی ہوئی رقم چندہ میں ہرگز نہ دے۔

(عمدۃ القاری علی البخاری ۱ ص ۲۱۵ حاشیہ)

یہی وجہ تھی کہ حلال و طیب چندہ اتنا جمع نہ ہو سکا جس سے وہ ساری مسجد کے اوپر چھت ڈال سکتے۔ مجبوراً ان کو مسجد کا ایک حصہ باہر نکالنا پڑا جس کو حِجر اور حطیم سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (بخاری ۱ ص ۲۱۵) مسجد سے اس جگہ صرف کعبہ کا حصہ مراد ہے۔

③ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص حج مبرور (یعنی حلال کی کمائی اور خلوصِ نیت کے ساتھ حج) کرے، وہ گناہوں سے ایسا پاک و صاف ہو جاتا ہے جیسا کہ ابھی ماں کے پیٹ سے معصوم پیدا ہوا۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۰۶ و مسلم ج ۱ ص ۴۳۶)

لیکن مشرکینِ عرب اور اہلِ مکہ میں سے کوئی ایسا مشرک نہیں ثابت ہو سکتا جس نے کبھی حج نہ کیے ہوں۔ جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلان کروایا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کر سکتا اور نہ ہی کوئی ننگا ہو کر طواف کر سکتا ہے۔ (بخاری ۱ ص ۲۲ و مسلم ۱ ص ۴۳۵) مگر اہلِ اسلام جانتے ہیں کہ مشرکوں کے یہ حج بالکل ضائع اور اکارت گئے ان کو ان کے عوض کوئی ثواب

حاصل نہیں ہو سکتا۔

فائدہ: حاجی سے جو گناہوں کی معافی کا وعدہ ہوا ہے، وہ ایسے گناہ ہیں جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہوگا۔ باقی رہے وہ گناہ جن کا تعلق عباد کے ساتھ ہے وہ معاف نہیں ہو سکتے تاوقتیکہ وہ اصحابِ حقوق کو دیئے نہ جائیں۔ یا ان سے معافی نہ لی جائے۔ (او کما قال رحمہ اللہ علیہ) اور نماز اور روزہ بھی قضا اور ...

④ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عاشورہ کا روزہ رکھنے سے ایک سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (مشکوٰۃ ص ۱۷۹ و مسلم ۱ ص ۳۶۷) اور مشرکینِ قریش عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ (بخاری ۱ ص ۲۶۸ و مسلم ۱ ص ۳۵۷)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ قریش ایامِ جاہلیت میں عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ اور یہ روزہ طلوعِ فجر سے شروع ہو کر غروبِ آفتاب پر ختم ہوتا تھا۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۲۷)

لیکن اس کے باوجود کسی مسلمان کو یہ جرأت نہیں ہو سکتی کہ وہ یہ کہہ دے کہ مشرکین کو بھی صوم عاشورہ مفید ہو سکتا ہے۔

⑤ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ایک غلام آزاد کرے اللہ تعالیٰ آزاد کرنے والے کے ہر ہر عضو کو جہنم سے محفوظ رکھے گا۔ (او کما قال، مشکوٰۃ ص ۲۹۳۔ وقال متفق علیہ) اور عاص بن وائل نے مرتے وقت اپنے لڑکے ہشام بن وائل کو وصیت کی تھی کہ غلام آزاد کرنا۔ چنانچہ اس نے پچاس غلام آزاد کیے۔ (ابوداؤد ۲ ص ۴۳)

جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کیا عاص کو اس سے کچھ فائدہ ہو سکتا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ اسلام قبول کر لیتا تو تم غلام آزاد کرتے یا صدقہ دیتے یا حج کرتے، تو اس کو فائدہ پہنچتا۔ مگر اب کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا۔ (ابوداؤد ص ۴۳)

۵ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ قربانی جو ہم کرتے ہیں وہ کیوں؟ آپ نے فرمایا۔ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنّت ہے، پوچھا گیا کہ ہم کو اس کا کیا ثواب حاصل ہوگا؟ آپ نے فرمایا، ہر بال کے عوض نیکی ملے گی۔

(او کما قال مشکوٰۃ ص۱۲۹ وقال رواہ احمد و ابن ماجہ)

انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ حوالے سے کر بتایا جائے گا کہ مشرکین قربانی بھی کیا کرتے تھے لیکن ان کے لیے نہ قربانی مفید ہو سکتی ہے، نہ ہی دیگر کارِ خیر اس لیے کہ اصلی اور بنیادی چیز (توحید) ان میں مفقود تھی۔ معلوم ہوا کہ مشرک کا کوئی بھی عمل عنداللہ تعالیٰ مقبول نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ بھی بے شمار نیکی کے کام وہ کیا کرتے تھے جن کا ذکر آئندہ اپنے موقع پر ہوگا (انشاء اللہ تعالیٰ)

قارئین کرام! جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ مشرک کی کوئی بھی عبادت مقبول نہیں ہو سکتی اسی طرح یہ بات بھی بالکل عیاں اور قطعی ہے کہ مشرک کے لیے کسی دوسرے کی دعائے مغفرت اور صدقہ و خیرات بھی ہرگز مفید نہیں ہو سکتی۔ دلائل ذیل بغور دیکھئے۔

۱ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے حقیقی چچا (عبد مناف) ابوطالب کی مغفرت کے لیے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے تنبیہ نازل فرمائی:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْۤا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝

لائق نہیں نبی کو اور مسلمانوں کو کہ بخش چاہیں مشرکوں کی اگرچہ وہ ہوں قرابت والے جب کہ کھل چکا ان پر کہ وہ ہیں دوزخ والے۔

(پ۱۱، توبہ، ع۱۴)

چنانچہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو آپ نے اپنے چچا ابوطالب کے لیے دعائے مغفرت کرنا بھی ترک کر دی۔ (بخاری ۲ ص۶۷۵ و مسلم ا ص۴۰)

آپ جانتے ہی ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے

بڑھ کر خدا تعالیٰ کا پیارا اور مقبول بندہ اور کوئی نہیں اور نہ ہی ہو سکتا ہے۔ قلندر لاہوری علامہ اقبال نے کیا ہی خوب کہا ہے ؎

رُخِ مصطفےٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ

نہ ہماری بزمِ خیال میں، نہ دکان آئینہ ساز میں

لیکن آپ کی اپنے حقیقی چچا کے لیے بھی دعا قبول نہ ہوئی بلکہ دعا ہی سے آپ کو روک دیا گیا۔ کیونکہ چچا شرک کی حالت میں مرا تھا اور اس کے لیے کوئی بھی دعا مفید نہ ہو سکتی تھی۔ حالانکہ کم و بیش اڑتیس ۳۸ سال چچا نے آپ کی وہ خدمت کی جس کی مثال تاریخ میں مشکل سے مل سکتی ہے۔

۲ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین (جس نے زبانی طور پر کلمۂ توحید تو پڑھ لیا تھا مگر دل میں بدستور کفر اور شرک موجود تھا) کا جنازہ بھی پڑھایا اور اس کے لیے دعائے مغفرت بھی کی۔ لیکن اللہ تعالےٰ کا ارشاد نازل ہوا:-

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ

آپ منافقوں کے لیے معافی مانگیں یا نہ مانگیں۔ اگر آپ ان کے لیے ستر [illegible] بھی دعائے مغفرت کریں گے تو اللہ [illegible] ان کو ہرگز نہیں بخشے گا۔

(پ۱۰، توبہ، ع۱۰)

بلکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ستر ۷۰ مرتبہ سے بھی زیادہ دعائے مغفرت کرنے کا ارادہ فرمایا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ممانعت نازل ہو گئی۔ (بخاری ج۲ ص۶۷۳)

۳ حضرت ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن اپنے باپ کی مغفرت کے لیے اپیل کریں گے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملے گا:-

اِنِّي حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ عَلَى الْكَافِرِيْنَ

کہ بے شک میں نے کافروں اور مشرکوں

کے لیے جنت حرام کردی ہے۔ (مشکوٰۃ ص۴۸۲ ج۲ متفق علیہ)

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام ایسے اولوالعزم نبی کی دعا مشرک والد کے حق میں قبول نہ ہو سکی اور جب حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا اپنے حقیقی چچا کے لیے اور عبداللہ بن اُبَی کے لیے قبول نہ ہو سکی تو دوسروں کی دعائیں مشرکوں کے حق میں کیونکر درجۂ قبولیت پا سکتی ہیں؟ کیونکہ نبی کی دعا کا اثر ہی جداگانہ ہوتا ہے اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور خصوصاً حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

کے مطابق بہت ہی اُونچا اور بلند مقام رکھتے ہیں مگر چونکہ دربارِ خداوندی میں مشرک کے لیے دعا قبول ہی نہیں ہو سکتی اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو دعا ہی سے روک دیا۔ اگر دعا کی بھی تو وہ قبول نہیں فرمائی۔

باب سوم

قرآن کریم اور احادیث میں جہاں شرک کی تردید آئی ہے وہاں نہایت ہی تعمیم کے ساتھ اس کی تردید کی گئی ہے۔ جس سے اور زیادہ تعمیم سمجھ میں نہیں آسکتی۔ آپ مندرجہ ذیل آیات اور احادیث کا گہری نظر سے مطالعہ فرمائیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب ہم نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بیت اللہ کی جگہ کا انتخاب کر کے تعمیر کا حکم دیا تو ساتھ ہی یہ بھی فرمایا:

اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا — کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرا۔ (پ ۱۷، الحج، ع ۳)

(۲) حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جیل خانہ کے اندر اثنائے تقریر میں فرمایا کہ میں اپنے آباء واجداد یعنی حضرت ابراہیم ؑ، حضرت اسحٰق ؑ اور حضرت یعقوب علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ملت کی اتباع اور پیروی اختیار کر چکا ہوں۔ آگے فرماتے ہیں:

مَا كَانَ لَنَا اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ (پ ۱۲، یوسف، رکوع ۵) — ہمیں کسی طرح بھی یہ لائق نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ آپ اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ کو اس چیز کی دعوت دیں

کہ آؤ ایک ایسی چیز کی طرف جو ہماری اور تمہاری مسلّم ہے۔ وہ یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کی عبادت نہ کریں۔

وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا (پ۳، آل عمران ع۷) — اور یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں۔

④ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور۔

وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا ط (پ۵، نساء، ع۲) — اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

⑤ مشرکینِ عرب نے اپنی خواہشات کے مطابق بہت سی چیزیں حلال اور حرام کر دی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ ان سے کہہ دیں کہ آؤ میں تمہیں ان چیزوں کی فہرست سناؤں جو تمہارے رب نے تمہارے اوپر حرام کی ہیں۔ (ایک یہ ہے) :۔

اَنْ لَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا (پ۸، انعام ع۴) — کہ تم خدا کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ ٹھہراؤ۔

⑥ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کو زمین کی خلافت دینے کا وعدہ کیا ہے اور ان کی چند نشانیاں اور علامتیں بھی بتلائی ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے :۔

يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا ط (پ۱۸، نور، ع۶) — میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گے۔

⑦ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب آپ کے پاس ایمان لانے کی غرض سے عورتیں بیعت کے لیے آئیں تو آپ ان شرائط پر ان سے بیعت لیں۔ اوّلین شرط یہ ہوگی :۔

اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا ط (پ۲۸، ممتحنہ، ع۲) — کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں۔

⑧ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ حقوق بندوں پر عائد ہوتے ہیں۔ اور کچھ حقوق بندوں کے اللہ تعالیٰ نے بطور تفضل اپنے ذمے لیے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے ایک یہ ہے کہ :۔

اَنْ يَّعْبُدُوْهُ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا — وہ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں۔

اور بندوں کا حق اللہ کے ذمے یہ ہے کہ :۔

لَا يُعَذِّبَ مَنْ لَّا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا — جو خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ ٹھہراتا وہ اس کو سزا نہ دے۔

(بخاری ج۲ ص۸۶۲ و مسلم ج۱ ص۴۴ و ابوعوانہ ج۱ ص۱۰ و طیالسی ص۷۶)

⑨ حضرت عبادہؓ بن الصامت فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ میرے ہاتھ پر بیعت کرو لیکن اس شرط سے کہ :۔

لَا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا — خدا کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

(بخاری ج۱ ص۷ و مسلم ج۲ ص۷۳ و نسائی ج۲ ص۱۹۳ و طیالسی ص۷۹)

⑩ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی آیا اور اس نے کہا۔ حضرت مجھے کوئی ایسا عمل بتلائیے جس کے کرنے سے میں جنت میں داخل ہو سکوں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور

وَلَا تُشْرِكْ بِهٖ شَيْئًا — اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ ٹھہراؤ۔

(بخاری ج۱ ص۱۸۷ و مسلم ج۱ ص۳۱ و ابوعوانہ ج۱ ص۴)

⑪ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو چیزیں واجب کر دینے والی ہیں۔ ایک شخص نے پوچھا کہ حضرت وہ کیا چیزیں ہیں؟ آپؐ نے فرمایا :۔

مَنْ مَّاتَ يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا — جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی بھی چیز کو

دَخَلَ النَّارَ وَمَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ دَخَلَ الْجَنَّۃَ
(مسلم ج۱ ص۶۶ و ابوعوانہ ج۱ ص۱۸)

شریک ٹھہرایا اور اس کی وفات ہو گئی تو وہ جہنم میں جائیگا اور جس کی وفات اس حالت میں ہوئی کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرایا تو وہ جنت میں جائے گا۔

⑫ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک دیہاتی شکل کا آدمی آیا (وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے) اس نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا ایمان کیا شے ہے۔ آپ نے فرمایا کہ :-

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكَ
(بخاری ج۲ ص۱۰۲۴ و مسلم ج۱ ص۲۹)

ایمان یہ ہے کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

⑬ حضرت عبداللہؓ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سنہ ۶ھ میں روم کے بادشاہ ہرقل کے پاس بھی اسلام کا دعوت نامہ بھیجا اور اس نے بیت المقدس میں جب کہ وہ وہاں سرکاری دورہ پر آیا ہوا تھا تجار مکہ کو بلایا جو تجارت کے لیے وہاں گئے تھے جن میں حضرت ابوسفیانؓ بھی تھے۔ لیکن ابھی تک وہ مسلمان نہ ہوئے تھے۔ ہرقل نے پوچھا کہ وہ شخص جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تمہیں کیا تعلیم دیتا ہے؟ حضرت ابوسفیانؓ نے جواب دیا کہ چند باتوں کی تعلیم دیتا ہے۔ اُن میں سے پہلی یہ ہے :-

اعبدوا اللّٰه ولا تشركوا به شيئًا۔ (بخاری ص۴)

کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ۔

⑭ حضرت ابوایوب انصاریؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شخص آیا۔ اور اس نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول، مجھے ایسا کام بتائیں جس کے کرنے کی وجہ سے میں جنت میں داخل ہو سکوں۔ لوگوں نے کہا، اس کو کیا ہو گیا ہے؟ اس کو کیا ہو گیا ہے! آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک سائل ہے، سوال کرنے دو

اس کو اور کیا ہو گیا ہے؟ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ :-

تعبد اللّٰه ولا تشرك به شيئًا
(بخاری ج۱ ص۱۸۷ و ابوعوانہ ج۱ ص۴)

اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ

⑮ حضرت عمروؓ بن عبسہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کی شہرت سُنی تو میں اپنی قوم سے نظر بچا کر آپؐ کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے پوچھا۔ آپ کس چیز کی تعلیم دیتے ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا :-

بأن يوحد اللّٰه ولا يشرك به شيئًا۔ (ابوعوانہ ج۱ ص۵)

کہ خدا کی توحید کا اقرار کیا جائے اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔

⑯ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوموار اور جمعرات کو اعمال اللہ تعالیٰ کے ہاں پیش کیے جاتے ہیں پھر ارشاد فرمایا :-

فَيُغْفَرُ لمن لا يشرك باللّٰه شيئًا الا رجل بينه وبين اخيه شحناء
(مسلم ج۲ ص۳۱۷ و طیالسی ص۳۱۶)

تو جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہراتا اس کی مغفرت ہو جاتی ہے مگر وہ شخص جس کا کسی بھائی کے ساتھ (بلا وجہ شرعی) بغض ہو

⑰ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معراج کے لیے تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تین چیزیں آپ کو عنایت ہوئیں (پہلی) پانچ نمازیں (دوسری) سورۂ بقرہ کی آخری آیات اور (تیسری) یہ کہ :-

وغفر لمن لم يشرك باللّٰه من امته شيئًا۔
(مسلم ج۱ ص۹۷ و مشکوٰۃ ص۵۲۹)

جو شخص آپ کی اُمت میں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ ٹھہرائے گا اس کی مغفرت ہو گی۔

⑱ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و

سلم سے پوچھا آپ مجھے ایسا عمل بتائیں جس کے کرنے کی وجہ سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں اور جہنم سے بچ سکوں۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے بڑی چیز کے بارے میں سوال کیا ہے۔ لیکن جس پر خدا تعالیٰ آسان کرے، اس پر مشکل بھی نہیں وہ یہ ہے کہ:۔

تعبد اللہ ولا تشرک بہ شیئاً

(ترمذی ۲ ص۸۶ و ابن ماجہ ص۲۹۳ و مستدرک ج۲ ص۳۹۶) کسی چیز کو شریک نہ بناؤ۔

(۱۹) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے، اے آدمؑ کے بیٹے، جب تک تو مجھے پکارتا رہے گا اور مجھ سے امید کرتا رہے گا۔ میں تیری سب کوتاہیوں کو معاف کرتا رہوں گا، اور مجھے کوئی پرواہ نہیں، اے ابن آدمؑ! اگر تیرے گناہ بڑھتے بڑھتے آسمان کی نچلی سطح تک بھی پہنچ جائیں اور تو مجھ سے معافی مانگتا ہے تو میں تجھے معاف کر دوں گا اور مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ اے ابن آدمؑ! اگر تو زمین کو گناہوں سے بھر کر میرے سامنے پیش کرے اور پھر مجھ سے معافی مانگے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ لا تشرک بی شیئاً (میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے) تو میں اتنی ہی وسعت سے اپنی مغفرت سے تجھے نوازوں گا۔ (ترمذی ۲ ص۱۹۳ و مشکوٰۃ ص۲۰۴)

یہ حدیث حضرت ابوذرؓ سے بھی مروی ہے۔ (بغدادی ج۴ ص۹۴ و ابن کثیر ۲ ص۱۹۶)

(۲۰) حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص یہ یقین کرے کہ میں گناہوں کے معاف کرنے پر قادر ہوں تو میں اس کے گناہ معاف کر دوں گا۔ اور مجھے کوئی پرواہ نہیں لیکن مالم یشرک بی شیئاً (مشکوٰۃ ص۲۰۴) جب تک کہ اس نے میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرایا ہو۔

(۲۱) حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے مجھے دس چیزوں کی وصیت فرمائی ہے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے:۔

لا تشرک باللہ شیئاً وان قتلت وحرقت (الحدیث مسند احمد مشکوٰۃ ص۱۸) کہ تم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا اگرچہ تم قتل کر دیے جاؤ یا جلا دیے جاؤ۔

(۲۲) حضرت ابوذرؓ جناب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے خوشخبری سنائی۔ من مات من امتی لا یشرک باللہ شیئاً دخل الجنۃ (ابو عوانہ ا ص۳۴ و ادب المفرد ص۱۱۹) کہ میری امت سے جو شخص اس حالت میں فوت ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک قرار نہیں دیتا تھا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(۲۳) حضرت معاذؓ بن جبل نے سفر کا ارادہ کیا اور کہا کہ اے اللہ کے رسول مجھے کچھ نصیحت کیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اعبد اللہ لا تشرک باللہ شیئاً الخ (مستدرک ا ص۵۴ د) کہ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرنا اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا۔

(۲۴) حضرت عرباضؓ بن ساریہ فرماتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کی اور مؤثر طریقہ سے ترغیب و ترہیب کا سلسلہ جاری رکھا۔ پھر آخر میں یہ ارشاد فرمایا:۔

اعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئاً (مستدرک ا ص۹۶) اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ قرار دینا۔

(۲۵) جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اہل طائف کو تبلیغ کرنے تشریف لے گئے اور انہوں نے انتہائی درندگی کے ساتھ آپ پر پتھروں کی بارش برسائی حتیٰ کہ آپ کا بدن مبارک لہولہان ہو گیا اور نعلین تک پاؤں سے خون کے خشک ہونے کی وجہ سے نکلنی دشوار ہو گئیں، تو وہ فرشتہ جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے

وہاں کے پہاڑوں کی ڈیوٹی سپرد ہوئی تھی، آیا اور کہنے لگا۔ حضرت اگر آپ اجازت دیں تو میں دو پہاڑوں کے درمیان ان کے سروں کو کچل دوں۔ مگر رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

بل ارجوان یخرج اللہ من اصلابھم من یعبد اللہ ولا یشرک بہ شیئا
(بخاری ج۱ ص۴۵۸ مسلم ج۲ ص۱۰۹ مشکوٰۃ ص۵۲۳)

نہیں بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشت سے ایسے افراد کو پیدا کریگا جو اسکی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گے

(۲۶) حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں۔ مجھے میرے پیارے اور محبوب پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ وصیت کی ہے:۔

ان لا تشرک باللہ شیئا وان قطعت او حرقت
(ابن ماجہ ص۳۰۱)

کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا اگرچہ تم ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاؤ یا قتل کر دیئے جاؤ۔

(۲۷) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا۔ آپنے ارشاد فرمایا کہ جس مرد مسلم کی وفات ہو جائے اور اس کے جنازہ میں چالیس آدمی ایسے شریک ہوں:۔

لا یشرکون باللہ شیئا الا شفعھم اللہ فیہ۔
(مسلم ج۱ ص۳۰۸ مشکوٰۃ ص۱۴۵)

کہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراتے ہوں تو اللہ تعالیٰ ضرور ان کی سفارش میت کے لیے قبول فرمالیتا ہے۔

(۲۸) حضرت سلمہ بن قیس الاشجعی رضؓ فرماتے ہیں۔ میں نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر جناب رسول خدا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ نے فرمایا:۔

لا تشرکوا باللہ شیئا (مستدرک ج۴ ص۳۵۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

(۲۹) حضرت عقبہؓ بن عامر فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو سکتا ہے:۔

من لقی باللہ لا یشرک بہ شیئا ولم یتند بدم حرام
(مستدرک ج۴ ص۳۵۲)

جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی حالت میں ملا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرایا ہو، اور ناحق خون سے اس کے ہاتھ آلودہ نہ ہوئے ہوں۔

(۳۰) حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا۔ اس نے کہا۔ مجھے وصیت کیجئے۔ آپ نے چند ایک نہایت اہم اور مفید نصیحتیں ارشاد فرمائیں جن میں سے پہلی یہ ہے:۔

تعبد اللہ ولا تشرک بہ شیئا
(مستدرک ج۴ ص۲۰۳)

اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا، اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا۔

(۳۱) حضرت معاذؓ بن جبل فرماتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سطح زمین پر جتنے بھی انسان اور جنات ہیں (اصل الفاظ ما علی الارض نفس) ہیں:۔

لا تشرک باللہ شیئا
(مستدرک ج۱ ص۳۰)

اگر وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں۔

اور صدق دل کے ساتھ میری نبوت اور رسالت کو تسلیم کرلیں۔ تو یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے گا۔

(۳۲) حضرت صفوانؓ بن عسال سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں دو یہودی آئے اور انہوں نے آیات بینات کے بارے میں سوال کیا۔ آپ نے جواب ان الفاظ سے شروع کیا کہ:۔

لا تشرکوا باللہ شیئا
(مستدرک ج۱ ص۹ ومشکوٰۃ ج۱ ص۱۷)

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

(۳۳) حضرت ربیعہؓ بن عبادؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

منیٰ کے مقام پر ارشاد فرمایا :۔

يَاأَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تَعْبُدُوْهُ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا (مستدرک ا ص۱۵)

اے انسانو! اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم اسی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

(۳۴) حضرت ابوہریرہ رضؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :۔

اَلْاِسْلَامُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ لَا تُشْرِكْ بِهٖ شَيْئًا (مستدرک ج۱ ص۲۱)

اسلام یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

(۳۵) حضرت اسماءؓ بنت عمیس فرماتی ہیں مجھے جناب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ تعلیم دی کہ جب تمہیں تکلیف پہنچے تو یہ کہا کرو :۔

اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّيْ لَا اُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا (ابن ماجہ ص۲۸۵)

اللہ ہی اللہ ہی میرا رب ہے۔ میں اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے کے لیے تیار نہیں۔

(۳۶) حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ازل میں عہد میثاق لیا تو یہ ارشاد فرمایا :۔

اِعْلَمُوْا اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ غَيْرِيْ وَلَا رَبَّ غَيْرِيْ وَلَا تُشْرِكُوْا بِيْ شَيْئًا (مستدرک ۲ ص۳۲۴)

جان لو کہ میرے بغیر کوئی الٰہ نہیں اور میرے بغیر کوئی رب نہیں۔ اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا۔

(۳۷) حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ فرماتے ہیں کہ حضرت جعفرؓ نے دربار نجاشی میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں یہ حکم سنایا ہے۔

اَنْ نَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا (مسند احمد ا ص۲۰۲ مستدرک ۲ ص۳۱۰)

کہ ہم اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں۔

(۳۸) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس امت کو قیامت کے دن تین جتھوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

۱۔ جو بغیر حساب کے جنت میں داخل کر دیے جائیں گے

۲۔ جن کا سرسری طور پر حساب ہو گا۔

۳۔ جن کی گردنوں اور کمر پر بڑے بڑے پہاڑوں کی مانند گناہ لادے ہوں گے اللہ تعالیٰ ان سے ارشاد فرمائے گا۔

هٰؤُلَاءِ عَبِيْدٌ مِّنْ عَبِيْدِيْ لَمْ يُشْرِكُوْا بِيْ شَيْئًا (المستدرک ج۴ ص۲۵۴ واحمد ۵ ص۴۰۸ ومسلم ج۲ ص۳۶۰)

یہ میرے بندے ہیں میرے ساتھ انہوں نے کبھی چیز کو شریک نہیں ٹھہرایا۔

لہٰذا ان کے گناہ یہود اور نصاریٰ پر (جنہوں نے ان کو عملی طور پر گمراہ کیا اور بے دین بنانے کی انتہائی کوشش کی) ڈال دو۔ اور ان کو میری رحمت کے سایہ میں شامل کر کے جنت میں داخل کر دو۔

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔ جنت میں بغیر حساب کے وہی لوگ جائیں گے (جیسا کہ حضرت عکاشہؓ کی روایت میں اس کی تصریح ہے)

وُلِدُوْا فِي الْاِسْلَامِ وَلَمْ يُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا (البدایہ والنہایہ ۲ ص۳۱۴)

جو اسلام میں پیدا ہوئے اور خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو کبھی شریک نہ ٹھہرایا۔

(۳۹) حضرت ابوایوب الانصاریؓ فرماتے ہیں۔ ایک اعرابی نے جناب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ مجھے ایسی چیز بتلایئے کہ میں اس کے کرنے سے جنت میں داخل ہو جاؤں اور جہنم سے بچ سکوں۔ آپ نے فرمایا پہلی چیز یہ ہے۔

تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا الخ (ادب المفرد ص۸)

اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ قرار دو

(۴۰) ہجرت کے بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں سب

پہلے جو تقریر کی تھی اس میں یہ بھی ارشاد فرمایا تھا:۔

اعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئاً — اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ۔

(البدایہ والنہایہ ج ۲ صفحہ ۲۱۴)

قارئین کرام :۔ اگر اس مضمون کی اور حدیثیں نقل کی جائیں تو یقیناً آپ پڑھ پڑھ کر اکتا جائیں گے۔ اس لیے دو چار اور حدیثیں پیش کر کے اس باب کو ختم کیا جاتا ہے :۔

(۴۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر نبی کی ایک مخصوص دعا ایسی ہوتی ہے جس کو درجۂ قبولیت حاصل ہوتا ہے اور ہر نبی نے ایسی دعا دنیا کے اندر ہی کر لی ہے۔ لیکن میں نے وہ دعا ابھی تک نہیں کی۔ وہ دعا میں نے اپنی امت کی شفاعت کیلئے چھوڑ رکھی ہے۔

فھی نائلۃ ان شاء اللہ من مات من امتی لا یشرک باللہ شیئاً۔ — تو وہ دعا اللہ تعالیٰ کے حکم سے میری امت میں سے ہر اس شخص کو پہنچ سکتی ہے کہ جس کی وفات اس حالت میں ہوئی کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرایا۔

(مسلم ج۱ صفحہ ۱۱۳ وابوعوانہ ج۱ صفحہ ۹۰ وابن ماجہ صفحہ ۳۲۹)

(۴۲) حضرت مالک رضی اللہ عنہ بن عوف فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آنے والا (فرشتہ) آیا، اس نے مجھے اختیار دیا کہ آپ ایک شق اختیار کر لیں (۱) یا تو آپ کی نصف امت (بلا حساب) جنت میں داخل کر دی جائے (۲) اور یا آپ شفاعت اختیار کر لیں۔ آپ فرماتے ہیں، میں نے شفاعت ہی اختیار کر لی۔

آگے فرماتے ہیں :۔

وھی لمن مات لا یشرک باللہ شیئاً — اور یہ میری شفاعت اسی کو مفید ہو سکتی ہے جو اس حالت میں فوت ہوا کہ اس نے

(ترمذی ج۲ صفحہ ۱۰۷ و مشکوٰۃ صفحہ ۴۹۴) — اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرایا۔

(۴۳) قیامت کے دن جب حضرات انبیاء عظام، صدیقین، اولیاء، شہداء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور چھوٹے بچے وغیرہ شفاعت کر چکیں گے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ جہنم میں سے ہر اس شخص کو نکال لاؤ۔

من کان لا یشرک باللہ شیئاً — جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرایا۔

(مسلم ج۱ صفحہ ۱۰۳ وابوعوانہ ج۱ صفحہ ۱۶۰)

(۴۴) پھر جب تمام مقبول بندے شفاعت کر چکیں گے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا

انا ارحم الراحمین ادخلوا جنتی من کان لا یشرک باللہ شیئاً — میں سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہوں، میری جنت میں داخل کرو جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرایا۔

(ابوعوانہ ج۱ صفحہ ۱۸۷)

حضرات! آپ جانتے ہی ہیں کہ شیئ کا لفظ تعمیم کے لیے ہوتا ہے اور پھر جب نکرہ ہو تو اس میں اور بھی تعمیم آجاتی ہے۔ اور پھر جب یہ نفی کے تحت داخل ہو تو اس میں اور مزید تعمیم ہو جاتی ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اور اس کے برحق نبی جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بات نہایت ہی واضح کر دی ہے کہ جنت میں داخل ہونے کا اہل وہی ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراتا ہو۔ اسی شخص کی لغزشیں اور کوتاہیاں اللہ تعالیٰ معاف کرتا ہے اور اسی شخص کو اپنی مغفرت اور بخشش سے نوازتا ہے، جو خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ بناتا ہو اور وہی شخص جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر صلحاء امت اور ملائکہ کی شفاعت کا مستحق ہو سکتا ہے۔ اور وہی شخص جہنم کے ابدی عذاب سے بچ سکتا اور رحمت خداوندی میں داخل ہو سکتا ہے جو خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ ٹھہراتا ہو، یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائے گا وہ نہ تو جنت میں داخل ہو سکتا ہے اور نہ ہی اس کے لیے شفاعت

ہو سکتی ہے بلکہ ہمیشہ وہ جہنم میں پڑا رہے گا۔ (اعاذنا اللہ تعالیٰ منہا ومن سائر انواع العذاب بمنہ وکرمہ)

باب چہارم

اللہ تعالیٰ اور اس کے برحق نبی جناب رسول کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس طرح لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا سے شرک کی پُر زور الفاظ میں تردید کی ہے، اسی طرح غیر مبہم الفاظ میں لفظ اَحَدًا[1] سے بھی یہ ثابت کر دیا ہے کہ کوئی ذات اور ہستی بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہیں۔ نہ عبادت میں نہ حکم میں اور نہ ہی اس بات میں کہ اللہ کے سوا کسی ذات اور ہستی کو پکارا جائے، محض قرآن کریم کی چند آیات ہی پیش کی جاتی ہیں، ملاحظہ کریں:۔

(١) ایک مرد مومن نے اپنے کافر اور مشرک دوست سے تخاطب کرتے ہوئے یوں کہا کہ:۔

لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ۔ (پ۱۵، سورۂ کہف، ع۵)	پھر میں تو یہی کہتا ہوں، وہی اللہ ہے میرا رب، اور نہیں مانتا شریک اپنے رب کا کسی کو۔

(٢) جب اس کافر و مشرک کا سب مال و جائیداد تباہ ہو گئی اور کفِ افسوس

---

[1] احد کے معنی ہیں یکے وکے وھو اسم لمن یصلح ان یخاطب (صراح ص۱۴۰) لفظ احد صرف اسی مخلوق پر اطلاق ہو سکتا ہے۔ جو خطاب کی اہلیت رکھتی ہو جیسے انسان فرشتے اور جن۔ غیر ذوی العقول پر لفظ احد کا اطلاق لغۃً نہیں ہوتا۔

سطنے لگا تو اُس وقت اُس نے اقرار کیا کہ :۔

يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا (پ ۱۵، کہف، ع ۵) — ہائے افسوس میرے لیے اگر میں شریک نہ بناتا اپنے رب کا کسی کو۔

③ اللہ تعالیٰ نے اپنا قانون اور ضابطہ ارشاد فرمایا ہے :۔

وَلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا (پ ۱۵، کہف ۱ ع) — اور نہیں شریک کرتا اپنے حکم میں کسی کو۔

یعنی اللہ تعالیٰ خود ہی حکم دینے والا ہے، اپنے حکم میں کسی کو اُس نے شریک نہیں بنایا تو جو شخص خدا تعالیٰ کے ساتھ حکم صادر کرنے میں کسی کو شریک مانے یا خدا تعالیٰ کے مقابلے میں کسی اور کا حکم حق اور صحیح تسلیم کرے، وہ بھی مشرک ہے البتہ حکم پہنچانا پیغمبروں کا کام ہے اور اجتہادی مسائل میں غیر منصوص احکام کی کڑی منصوص احکام سے جوڑنا حضرات مجتہدینؒ کا کام ہے۔ یہ بات محل نزاع نہیں ہے۔

④ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جو شخص اپنے رب کی ملاقات کی اُمید رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ نیک کام کرے۔ آگے ارشاد ہوتا ہے :۔

وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا (پ ۱۶، کہف، رکوع ۱۲) — اور شریک نہ کرے اپنے رب کی عبادت میں کسی کو۔

⑤ جنّات کا ایک گروہ آیا، اور انہوں نے جناب نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم سے قرآن کریم سُنا، ایمان لا چکنے کے بعد جب واپس ہوئے تو اپنی قوم سے دورانِ تبلیغ میں کہنے لگے :۔

وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا (پ ۲۹، جن، ع ۱) — اور ہرگز نہ شریک بنائیں گے ہم اپنے رب کا کسی کو

⑥ اللہ تعالیٰ نے مسجد کے آداب میں سے ایک بڑا اور افضل ادب یہ بتلایا ہے۔

وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ — اور یہ کہ مسجدیںؒ اللہ تعالیٰ کی یاد کے لیے ہیں

لہ مساجد اور ... عام اور مشہور مفہوم ہے۔ علامہ محمد طاہر الحنفیؒ (المتوفی ۹۸۶ھ) نے مساجد سے کعبہ، نمازیں اور اعضائے سجود بھی مراد لیے ہیں۔ (مجمع البحار ج ۲ صفحہ ۹۵)

اَحَدًا (پ ۲۹، جن، ع ۱) — سو مت پکارو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو۔

⑦ مسئلہ توحید سمجھانے کی خاطر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی زبان مبارک سے اعلان کروایا ہے کہ آپ کہہ دیجیے :۔

قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا (پ ۲۹، جن، ع ۲) — کہہ، میں تو پکارتا ہوں بس اپنے رب کو اور شریک نہیں کرتا اس کا کسی کو۔

⑧ چونکہ عموماً خدا تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والوں نے اللہ کے نیک اور مقبول بندوں کو (عطائی طور پر) نافع اور ضار سمجھ کر پکارا ہے اور پکارتے ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی زبانِ مبارک اور قرآنِ کریم کے ذریعے سے یہ اعلان کروایا ہے کہ :۔

قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ۔ قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا (پ ۲۹، جن، ع ۲) — تو کہہ میرے اختیار میں نہیں تمہارا ضرر اور نہ بھلائی۔ تو کہہ مجھ کو نہ بچائے گا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے کوئی بھی اور نہ پاؤں گا اس کے سوائے کہیں بھی جائے پناہ۔

⑨ سورۂ اخلاص تقریباً سو فیصدی مسلمانوں کو یاد ہوتی ہے اور ہر نماز بلکہ اکثر تو ہر رکعت میں اس کو پڑھتے ہیں۔ اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہ بات نہایت واضح طور پر ثابت کر دی ہے کہ کوئی ہستی اور ذات بھی خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی طرح بھی شریک نہیں اور نہ اس نے کسی کو شریک بنایا ہے۔

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۔ — اور نہیں اس کا ہمسر (اور شریک) کوئی بھی

ان تمام آیات میں لفظ اَحَدًا اور اَحَدٌ سے یہی سمجھایا گیا ہے کہ کوئی بھی ہو نبی ہو یا ولی، فرشتہ ہو یا کوئی اور نیک ہستی اور ذات، خدا تعالیٰ کا کسی طرح شریک نہیں، نہ تو ذات میں اور نہ صفات میں اور نہ افعال میں، وہ ہر اعتبار اور ہر حیثیت سے وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ہے۔ کلمۂ شہادت میں جس پر ایمان کی داغ بیل ہے اسی بنیادی عقیدہ

کا سبق دیا گیا ہے اور اس سبق کو یاد رکھنے کے لیے ہر نماز کے تشہد میں خواہ وہ فرض ہو یا نفل، وتر واجب ہو یا نماز تہجد چاشت ہو یا اشراق جمعہ ہو یا نماز عید وغیرہ سب میں أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کا پڑھنا ہر نمازی کے فریضہ میں شامل کیا گیا ہے تاکہ وہ اس بنیادی اور اہم عقیدہ کو اپنے ذہن سے اوجھل نہ ہونے دے اور ہر وقت یہ سبق اس کے پیش نظر رہے تاکہ وہ شرک کے دلدل میں نہ پھنس جائے مگر ہزار افسوس کہ اس سچے اسلام کو جس کی صداقت اور سچائی کا اپنے تو کیا بیگانے اور غیر مسلم بھی اقرار کرنے سے کوئی چارہ نہیں پاتے اوہام پرستوں اور شرک کے شیدائیوں نے اسلام اور کفر کا ایک ملغوبہ بنا کر رکھ دیا ہے الفاظ تو اسلام کے استعمال کرتے ہیں مگر معانی اور مطالب کفر و شرک کے لیے جاتے ہیں کاش کہ مسلمان پھر اُسی کامیاب سبق کی طرف لوٹ آئے جو اُسے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیا ہے (اور غیر مسلم مقر ہیں کہ۔ تمام پیغمبروں اور مذہبی شخصیتوں میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سب سے زیادہ کامیاب ہیں۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا) تو ساری کائنات مسلمان کے سامنے جھکنے کو اپنے لیے سعادت سمجھے اور کیوں نہ ہو؟ کہ

ہفت کشور جس سے ہو تسخیر بے تیغ و تفنگ ۔۔۔ تو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ ساماں بھی ہے

باب پنجم

شرک کے شیدائی عموماً یہ کہا کرتے ہیں کہ شرک تو یہ ہے کہ بتوں کی عبادت کی جائے اور کلمہ گو کوئی بھی ہو، چونکہ وہ بتوں کی عبادت نہیں کیا کرتا لہٰذا وہ اگرچہ کچھ ہی کیے یا کرے وہ مشرک نہ ہوگا۔ لیکن یہ ایک ایسا کھلا ہوا مغالطہ ہے کہ قرآن کریم نے جس کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا ہے اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات نے اس باطل خیال کی دھجیاں فضائے آسمانی میں اڑا دی ہیں۔ مندرجہ ذیل دلائل کا بغور مطالعہ کریں۔

① قوم نصاریٰ کی غلطی ظاہر کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کرے گا۔

وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ۗ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ۗ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ۚ

اور جب کہے گا اللہ تعالیٰ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے تو نے کہا لوگوں کو کہ ٹھہرا لو مجھ کو اور میری ماں کو دو الٰہ اللہ کے نیچے۔ عیسیٰ کہے گا، تو پاک ہے، مجھ کو لائق نہیں کہ کہوں ایسی بات جس کا مجھ کو حق نہیں۔ اگر میں نے ایسا کہا ہوگا تو تجھ کو ضرور معلوم ہوگا۔ تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے بے شک تو ہی چھپی

اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۔ (پ، مائدہ ع۱۶) باتوں کو جاننے والا ۔

اگر شرک فقط بتوں کی پرستش کی وجہ سے ہوتا ہے تو حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے یہ سوال کیسے ؟ کلا قدرت خدا کی درد کہیں اور دوا کہیں

نہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام بت تھے۔ اور نہ ہی ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریمؑ۔ مگر یہ سوال و جواب واضح کر رہا ہے کہ نہ صرف انسانوں کو بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبروں، اور ان کی والدہ ایسی عابدہ و زاہدہ کو بھی اِلٰہ بنانے والے مشرک ہو جاتے ہیں۔

② یہود و نصاریٰ جو نہ صرف خدا کے قائل تھے بلکہ اپنے خیال کے لحاظ سے موحد بھی تھے، ان کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۔ (پ۱۰، توبہ، ع۵)

ٹھہرا لیا انہوں نے اپنے مولویوں اور پیروں کو رب اللہ کے پیچھے اور مسیح بیٹے مریم کو بھی اور حالانکہ ان کو حکم یہی ہوا تھا کہ بندگی کریں ایک اِلٰہ کی۔ کوئی اس کے سوا اِلٰہ نہیں وہ پاک ہے اس سے جو وہ شریک قرار دیتے ہیں۔

اس آیت میں علماء، صوفیا اور مسیح بن مریم علیہما السلام کا ذکر ہے کہ لوگوں نے ان کو رب بنایا اور مشرک ہوئے۔ حالانکہ نہ مولوی بت ہوتے ہیں اور نہ ہی پیر اور نہ ہی حضرت مسیح علیہ السلام۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آیت کے آخر میں عَمَّا يُشْرِكُوْنَ سے ان کے بھی اِلٰہ بنانے والوں کو مشرک کہا ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے نیک بندوں کو بھی اِلٰہ اور رب بنانا شرک ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کی لڑی اور سلسلہ میں جن مولویوں اور صوفیوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ یقیناً نام نہاد مولوی اور صوفی تو نہیں ہو سکتے وہ صحیح معنی میں مولوی اور

پیر ہی ہو سکتے ہیں الّا یہ کہ ان کے اتباع ہوس کا شکار ہو کر غلط روی میں مبتلا ہو جائیں جیسا کہ حضرت عدیؓ بن حاتم کی روایت میں آئے گا۔

(الف) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ یہود سے سوال کرے گا۔

مَاذَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ؟ فَيَقُوْلُوْنَ عُزَيْرَ بْنَ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ كَذَبْتُمْ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَّلَا وَلَدٍ الخ

تم کس کی عبادت کیا کرتے تھے؟ وہ کہیں گے عزیرؑ کی جو خدا تعالیٰ کا بیٹا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم جھوٹ کہتے ہو۔ نہ خدا کی بیوی ہے اور نہ بیٹا۔

اسی طرح نصاریٰ سے سوال کرے گا کہ تم کس کی عبادت کرتے، وہ کہیں گے مسیح کی، جو خدا تعالیٰ کا بیٹا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم جھوٹ کہتے ہو خدا تعالیٰ کی نہ بیوی ہے نہ اس نے کسی کو بیٹا بنایا ہے۔ (مسلم ا ص۱۰۲ وصحیح ابو عوانہ ا ص۱۶۷ و بخاری ۲ ص۶۵۹ و مستدرک ۴ ص۴۹۶)

یہود اور نصاریٰ کے دو دعوے تھے۔ ایک یہ کہ ہم حضرت عزیرؑ اور حضرت مسیحؑ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ اس دعوے کی اللہ تعالیٰ نے کوئی تردید نہیں فرمائی، اس لیے کہ وہ واقعی ان کی عبادت کیا کرتے تھے۔ دوسرا دعوے یہ تھا کہ حضرت عزیرؑ اور حضرت مسیحؑ خدا تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ اس دعوے کی اللہ تعالیٰ نے تردید فرمائی ہے کہ تم جھوٹے ہو۔ نہ خدا تعالیٰ کی بیوی ہے اور نہ خدا تعالیٰ کا بیٹا۔ جب لوگ قیامت کے دن شفاعت کبریٰ کے سلسلہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بھی جائیں گے تو آپ معذوری کا اظہار فرمائیں گے۔ اور ارشاد فرمائیں گے اِنِّیْ عُبِدْتُّ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (میری اللہ کے ورے عبادت کی گئی تھی) لہٰذا

؎ خدا تعالیٰ کی عبادت وہ پہلے اور حضرت عزیرؑ اور حضرت مسیحؑ کی عبادت وہ بعد میں کرتے رہے جیسا کہ اسی حدیث میں نعبد اللّٰه والمسيح کے صریح الفاظ وارد ہیں۔ (ابن کثیر

میں معذور ہوں۔ (ترمذی ۲ ص۱۴۳)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عُزیرؑ اور حضرت مسیح علیہما السّلام کی عبادت کرنے والے بھی مشرک تھے اور ہیں۔ حالانکہ نہ حضرت عُزیرؑ بُت تھے اور نہ حضرت مسیح علیہما الصلوٰۃ والسّلام۔

(ب) جب مندرجہ بالا آیات نازل ہوئیں تو حضرت عدیؓ بن حاتمؓ نے، جو پہلے نصرانی تھے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم سے دریافت کیا کہ حضرت ہم نے تو کبھی بھی علماء اور صوفیاء کی عبادت نہیں کی۔ قرآن کریم کیوں ایسا فرماتا ہے؟ آپ نے جواب دیا مولویوں اور پیروں نے جو چیزیں از خود حلال اور حرام کر دی تھیں تم ان کی بات کو حجت نہیں سمجھتے تھے؟

حضرت عدی رضؓ نے کہا۔ ہاں حضرت سمجھتے تھے، آپ نے فرمایا: فَذٰلِكَ عِبَادَتُهُمْ اِيَّاهُمْ (ترمذی ۲ ص۱۳۶) تو یہی ان کی عبادت کرنا ہے۔

چونکہ حلال اور حرام کرنا اللہ تعالیٰ کا منصب ہے اس لیے اس میں کسی غیر کو (اگرچہ مسیح بن مریم علیہما السّلام ہی کیوں نہ ہوں) شریک ٹھہرانا بھی گویا اس کو ربّ بنانا ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی کو رب بنانے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ اس کو آسمانوں اور زمینوں کا خالق اور مالک ہی مانا جائے بلکہ خدا تعالیٰ کی کسی بھی صفت میں غیر کو شریک ٹھہرانا شرک ہے خواہ اپنی خواہش ہی کیوں نہ ہو۔ علامہ اقبال مرحوم نے کیا ہی خوب فرمایا ہے:

نہیں ہے دہریت کیا، بندۂ حرص و ہَوی ہونا
قیامت ہے مگر اوروں کو سمجھا دہریہ تُو نے
زبان سے گر کیا توحید کا دعویٰ، تو کیا حاصل
بنایا ہے بُتِ پندار کو اپنا خدا تُو نے

(۳) اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو حکم دیتا ہے کہ آپ یہود

اور نصاریٰ کو چیلنج کریں کہ اگر صداقت ہے تو آؤ ایک متفقہ اصول پر بات کریں:

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ (پ ۳، آل عمران، ع ۷)

کہ اے اہل کتاب آؤ ایک بات کی طرف جو برابر (اور مسلّم) ہے ہم میں اور تم میں کہ بندگی نہ کریں ہم مگر اللہ کی اور شریک نہ ٹھہرائیں اس کا کسی کو، اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو رب نہ قرار دے اللہ کے سوا پھر اگر وہ قبول نہ کریں تو کہہ دو گواہ رہو کہ ہم تو حکم کے تابع ہیں۔

اس آیت سے بھی یہ بات واضح ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ کے نیچے اگر کوئی غلط کار کسی مکلّف کو رب قرار دے تو وہ بھی اسلام سے نکل جائے گا، اور مشرک ہو جائے گا۔ اگر شرک صرف اصنام اور بتوں کی عبادت ہی کی وجہ سے ہوتا تو بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ کے بجائے اَصْنَامًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ہونا چاہیے تھا کہ آؤ ہم اللہ تعالیٰ کے علاوہ بتوں کی عبادت نہ کریں، اور ان کو رب نہ قرار دیں حالانکہ معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے۔ ایک فریق میں خود جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم اور آپ کے حضرات صحابہ کرامؓ ہیں، اور دوسرے گروہ میں یہود و نصاریٰ ہیں جن کو اہل کتاب سے تعبیر کیا گیا ہے اُن میں سے ایک بھی بُت نہ تھا۔ لیکن حکم یہ ہو رہا ہے کہ آؤ ہم آپس میں اللہ کے سوا ایک دوسرے کو ربّ نہ بنائیں۔ اگر اے اہل کتاب تم نہیں مانتے تو گواہ رہو کہ ہم تو مسلمان ہیں۔

(الف) علامہ ابوبکر ہیثمیؒ (المتوفی ۸۰۷ھ) حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کی ایک روایت نقل کرتے ہیں۔ (اور فرماتے ہیں۔ اس کے تمام راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں مگر علیؒ بن المنذرؒ بخاری کا راوی نہیں ہے۔ لیکن ہے وہ بھی ثقہ) کہ جب آنحضرت صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔ تو منافقین نے بڑی خوشی منائی اور حضرات صحابہ کرامؓ پر سراسیمگی طاری ہوگئی (حضرت عمرؓ کا یہ فعل جذبۂ محبت سے تھا یا کسی مصلحت سے وھو الحق عندی بہر حال) حضرت عمرؓ تلوار پکڑ کر کھڑے ہوگئے اور فرمانے لگے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ابھی وفات نہیں ہوئی۔ اتنے میں حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے اور فرمانے لگے اے عمرؓ! سوچ تو لو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے نبی! آپ بھی فوت ہونے والے ہیں، اور یہ مخالف بھی مرنے والے ہیں۔ نیز فرماتا ہے ہم نے آپ سے پہلے کسی بشر کو دوامی زندگی نہیں بخشی۔ اگر آپ فوت ہوجائیں تو آپ کے مخالف بھی دُنیا چھوڑ ہی دیں گے۔ پھر حضرت ابوبکرؓ منبر پر کھڑے ہوئے تو حمد وثنا کے بعد فرمایا:۔

اَیُّھا النّاس اِن کان محمد اِلٰھکُمُ الَّذِیْ تَعْبُدُوْنَ فَاِنَّ اِلٰھَکُمْ قَدْمَاتَ وَاِنْ کَانَ اِلٰھُکُمُ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ فَاِنَّ اِلٰھَکُمْ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ ثُمَّ تَلَا وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ الخ (الآیۃ) (مجمع الزوائد ۹ صـ۳۸ ، والبدایہ ۵ صـ۲۴۳)

اے لوگو! اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہارے الٰہ تھے۔ تو بے شک تمہارا الٰہ فوت ہو چکا ہے۔ اور اگر تمہارا الٰہ وہ ہے جو آسمانوں میں ہے تو بے شک وہ الٰہ ہمیشہ رہے گا۔ کبھی نہیں مرے گا۔ پھر آپ نے آیت پڑھی کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہی تھے الخ

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ نہ مرنا اور ہمیشہ زندہ رہنا صرف الٰہ کا خاصہ ہے۔ اس صفت میں اگر کوئی شخص حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی خدا کا شریک بنائے تو وہ بھی مشرک ہوجائے گا۔ اور گویا اس نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو الٰہ بھی بنایا۔ اگر شرک صرف بتوں کو الٰہ بنانے سے ہوتا ہے تو حضرت ابوبکرؓ کو کیا مصیبت پڑی تھی کہ اس مضمون کو سر منبر بیان فرماتے آپ کو فرمانا چاہیے تھا۔ ایھا الناس شرک یہ ہے کہ بتوں کو خدا کا شریک بنایا

جائے لیکن حضرت ابوبکرؓ کی نظر بصیرت اور دُور رس نگاہ اس کو تاڑ گئی کہ لوگوں کا یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات نہیں ہوئی اور نہ آپ کی وفات ہوگی۔ اس سے تو توحید پر ضرب کاری لگتی ہے اور خاصۂ خداوندی میں آپ کو شریک کرنا لازم آتا ہے۔ بالفاظ دیگر آپ کو اِلٰہ بنانا پڑتا ہے۔ اس لیے بروقت انہوں نے اس عقیدہ کا قلع قمع کر دیا اور امت کو ایک بڑے فتنہ سے بچالیا۔ باقی وفات کے بعد قبر میں آپ کی زندگی اور اسی طرح دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زندگی اور عند القبر آپ کا صلوٰۃ والسلام کا سُننا اور جواب دینا تو برحق اور ثابت ہے جیسا کہ صحیح احادیث اور اجماع سے ثابت ہے (دیکھئے تبرید النواظر اور تسکین الصدور وغیرہ) لہٰذا اس حدیث اور اس مضمون کی اور حدیثوں سے یہ استدلال کرنا کہ آپ کی وفات حسرت آیات... کے بعد قبر مبارک میں آپ کی حیات ثابت نہیں نرا مغالطہ ہے۔

(ب) ایک شخص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اُس نے کہا مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشِئْتَ (جو خدا کو منظور ہوگا وہ کرے گا اور آپ کریں گے) آپ نے فرمایا اَجَعَلْتَنِیْ لِلّٰهِ نِدًّا (فی روایۃ عدلًا) (کیا تُو نے مجھے خدا تعالیٰ کا شریک بنالیا؟) بلکہ یوں کہو یعنی مَا شَاءَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ (جو خدا تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ کو منظور ہوگا وہی ہو کر رہے گا)۔ (ادب المفرد صـ۱۰۸ امام بخاریؒ مسند احمد جلد ۱ صـ۲۱۴ ، ابن سُنی صـ۲۱۴ مشکل الآثار صـ۹۰ ، امام طحاویؒ وکتاب الاسماء والصفات امام بیہقیؒ صـ۱۰۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص مشیّت میں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی خدا تعالیٰ کے ساتھ شریک کرے گا تو وہ بھی مُشرک ہوجائے گا اور بارشاد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسا کہنے والا گویا خدا تعالیٰ کا ندّ بنا رہا ہے۔ یہ حدیث بھی صاف دلیل ہے کہ دوسرے کسی کو تو

کیا اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی کارخانۂ خداوندی میں شریک ٹھہرائے گا تو وہ بھی کافر ہو جائے گا۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امام الانبیاء اور سید الرسل تھے بت نہ تھے۔ (معاذ باللہ تعالیٰ)

(ج) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم یہ نہ کہا کرو!

ماشاء اللہ وشاء محمد بل ما شاء اللہ وحدہ اوکما قال۔ (کنز العمال ۲ ص۳۴ و کتاب الاعتبار ص۲۳ رواتہ ثقات مجمع الزوائد ج ۷، ص۲۰۹)

کہ جو خدا تعالیٰ چاہے گا اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چاہیں گے (بلکہ یوں کہو کہ) جو خدا تعالیٰ اکیلا چاہے گا وہی ہوگا۔

(د) بلکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعمیم کے الفاظ بھی استعمال فرمائے ہیں۔

لا تقولوا ماشاء اللہ وشاء فلان ولکن قولوا ماشاء اللہ وحدہ (مسند طیالسی ص۵۷)

یہ نہ کہا کرو کہ جو خدا تعالیٰ چاہے گا اور فلاں چاہے گا بلکہ یوں کہا کرو جو خدا تعالیٰ اکیلا چاہے گا۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص مشیت خداوندی میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اور کسی دوسری ذات یا ہستی کو بھی شریک ٹھہرائے گا تو بھی کافر اور مشرک ہوگا۔ اور اگر شرک صرف بتوں ہی کی عبادت سے ہوتا یا بتوں کو ہی خدا کے ساتھ شریک کرنے سے ہوتا تو آپ فرماتے۔ لوگو! تم بتوں کو اور اصنام کو مشیت ایزدی میں شریک نہ کرو کیونکہ ایسا کرنے سے بتوں کو ند یا شریک بنانا لازم آتا ہے، اور ایسا کرنا شرک ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ پیغمبروں کا منصب بتلاتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:۔

"کہ کسی بشر کا کام نہیں کہ اللہ اس کو دیوے کتاب اور حکمت اور پیغمبر کرے پھر وہ کہے لوگوں کو کہ تم میرے بندے ہو جاؤ اللہ کے سوا لیکن یوں کہے کہ تم

اللہ والے ہو جاؤ جیسے کہ تم سکھلاتے تھے کتاب اور جیسے کہ تم آپ بھی پڑھتے تھے اسے"۔ (یہ تمام ترجمہ ہے)۔

آگے ارشاد ہوتا ہے:۔

وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰئِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا ۗ أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۝ (پ۳، آل عمران، ع۸)

اور نبی تم کو حکم نہ کرے گا اس بات کا کہ ٹھہرا لو تم فرشتوں کو اور نبیوں کو رب کیا وہ تم کو کفر سکھلائے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو چکے ہو۔

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کے فرشتوں اور نبیوں کو بھی رب بنانے کی وجہ سے آدمی کافر ہو جاتا ہے، اور پیغمبر ایسی تعلیم سکھانے نہیں آیا کرتے کہ فرشتوں کو رب بنا لیا جائے۔ اور خدا تعالیٰ کے رسولوں کو رب اور الٰہ قرار دیا جائے۔

(۵) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جب قیامت کے دن تمام کائنات کو میدان محشر میں جمع کیا جائے گا تو فرشتوں سے اللہ تعالیٰ سوال کرے گا۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلٰئِكَةِ أَهٰؤُلَاءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ ۝ قَالُوا سُبْحَانَكَ أَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُونِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ ۖ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُونَ ۝ (پ۲۲، سبا، ع۹)

اور جس دن جمع کرے گا ان سب کو پھر کہے گا فرشتوں کو کیا یہ لوگ تمہاری پرستش کیا کرتے تھے۔ وہ کہیں گے پاک ہے تیری ذات تو ہی ہمارا کارساز ہے۔ ان کے علاوہ، بلکہ وہ تو جنات کی پرستش کرتے تھے یہ اکثر انہی پر اعتقاد رکھتے تھے۔

عبادت کا معنی مافوق الاسباب پکارنے کے بھی آتا ہے جیسا کہ اپنے موقع پر بیان ہوگا۔ اگر لوگ بتوں ہی کو پکارا کرتے تھے اور ان کی عبادت کیا کرتے تھے تو فرشتوں سے اس باز پرس کا کیا مطلب؟ اور ان سے یہ سوال کیوں ہوگا؟ اور پھر فرشتے جنات کی عبادت کرنے والے، ان کو پکارنے

والے اور اُنہی پرستش کرنے والے بھی مشرک ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ نہ فرشتے بُت ہیں اور نہ ہی جنات، تعویذات پر یا جبرائیل یا میکائیل یا اسرافیل وغیرہ لکھنے والے اور ان کو پکار کر ان سے مدد طلب کرنے والے ان آیات سے عبرت حاصل کریں چونکہ فرشتوں نے کسی طرح بھی اپنی پرستش کی تعلیم نہیں دی اس لیے وہ صاف انکار کر دیں گے کہ نہ ہمیں معلوم اور نہ ہم نے ایسی تعلیم دی۔ بخلاف جنات کے کہ ان میں اکثر کفر اور شرک کے شیدائی ہوتے ہیں اور خصوصاً جنات کا بابا ابلیس تو ہر چیز سے شرک پر زیادہ زور دیتا ہے تاکہ جہنم میں اس کے ہمیشہ رہنے والے ساتھی تیار ہو سکیں۔ اسی لیے وہ مختلف زبانوں میں شرک کی رنگت کو بدل بدل کر پیش کرتا ہے تاکہ شرک پہچانا نہ جا سکے۔ ؎

بدل کے بھیس زمانے میں پھر سے آتے ہیں
اگرچہ پیر ہے آدم، جواں ہیں لات و منات

(۶) انسانوں کا ایک گروہ جنات سے استعانت کیا کرتا تھا۔ اور جب کبھی وہ کسی پرخطر وادی سے گزرتا تو جنات کے رئیس وادی کی پناہ ڈھونڈتا تھا اور اس کے نام کی نذر و نیاز دیا کرتا تھا۔ چنانچہ اسی طرح کے جنوں کا ایک گروہ مسلمان ہو گیا اور ان کے عقیدت مند انسانوں کو ان کے اسلام لانے کی اطلاع نہ ہو سکی اور وہ بدستور ان کی پرستش کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان انسانوں کو تنبیہ فرمائی۔ (بخاری ۲ صہ ۶۸۵ مستدرک ۲ صہ ۳۶۲)

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ

کہہ، پکارو جن کو تم سمجھتے ہو اللہ کے پیچھے سو وہ اختیار نہیں رکھتے کہ کھول دیں تمہاری تکلیف اور نہ بدل سکیں وہ لوگ جن کو یہ پکارتے ہیں وہ خود ڈھونڈتے ہیں اپنے رب تک وسیلہ کہ ان میں کون زیادہ مقرب بنتا ہے

وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ ۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا

اور وہ امید رکھتے ہیں اس کی مہربانی کی اور ڈرتے ہیں اس کے عذاب سے، بیشک تیرے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔

(پ ۱۵۔ سورۃ بنی اسرائیل ع ۶)

اس مضمون سے معلوم ہوا کہ تکلیف دُور کرنے کی امید سے جو عوام الناس غیر اللہ کو پکارتے ہیں تو وہ سخت غلطی میں مبتلا ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی بھی تکلیف دُور نہیں کر سکتا۔ اور نہ بدل سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے نیک بندے خود طاعت اور عبادت کی وجہ سے اس کا تقرب چاہتے ہیں، اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں، اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

آپ جانتے ہیں کہ جن بُت نہیں ہوتے بلکہ خدا تعالیٰ کی ایک جاندار مخلوق ہے اور اس مضمون سے معلوم ہوا کہ یہاں جنات کی جس قسم کو پکارا گیا تھا وہ مومن اور بڑے نیک تھے، اللہ تعالیٰ کا تقرب چاہتے تھے اور اس کے عذاب سے خائف تھے۔

(۷) جب اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ ارشاد نازل فرمایا کہ تم بھی اور تمہارے معبود بھی جن کی تم عبادت کرتے ہو سب جہنم کا ایندھن ہوگے اور دوزخ میں داخل ہوگے۔ اگر تمہارے یہ معبود الٰہ ہوتے تو یقیناً دوزخ میں داخل نہ ہوتے۔ تو مشرکین نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ فرشتوں کی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ کے ورے عبادت کی جاتی ہے لہٰذا یہ بھی دوزخ میں داخل ہوں گے۔ (یہ ہے جناب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیم، العیاذ باللہ تعالیٰ) اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا:۔

إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ۝ لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا ۖ وَهُمْ فِي

بے شک وہ لوگ جن کے لیے ہماری طرف سے بھلائی طے ہو چکی ہے وہ دوزخ سے دُور رکھے جائیں گے وہ نہیں سُنیں گے

مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ○ (پ ۱۷، الانبیاء، ع ۷) — اس کی آہٹ اور وہ اپنے جی کے مزوں میں ہمیشہ رہیں گے۔

یعنی فرشتوں کو اور حضرت عیسٰیؑ اور حضرت عزیر علیہم السلام کو دوزخ سے دُور رکھا جائے گا۔ (مستدرک ج ۲ ص ۳۸۵ ۔ قال الحاکم والذہبی صحیح)

اس سے معلوم ہوا کہ اہلِ لسان مشرک بھی اچھی طرح یہ سمجھتے تھے کہ فرشتوں حضرت مسیحؑ اور حضرت عزیرؑ جیسی بلند ترین مخلوق کی عبادت بھی شرک کی زد میں آتی ہے اور قرآن کریم کے ظاہری الفاظ سے وہ تعمیم لے کر اعتراض کرنے کھڑے ہوگئے اور اللہ تعالٰے نے بھی یہ نہیں فرمایا کہ شرک تو صرف بتوں کی پوجا سے ہوا کرتا ہے۔ ذوی العقول مخلوق کو درمیان میں لانے کا کیا معنٰی؟ بلکہ اللہ تعالٰے نے اپنی جاندار اور ذوی العقول مخلوق میں سے اپنے نیک بندوں کو مستثنٰے قرار دیا کہ مخلوق میں سے وہ جہنم سے دُور رہیں گے جنہوں نے نہ شرک کیا نہ لوگوں کو شرک پر آمادہ کیا اور نہ اس پر راضی ہوئے۔ الغرض اللہ تعالٰی نے اس مضمون میں اس کی نفی نہیں کی کہ مخلوق کی عبادت نہیں کی گئی بلکہ اس کی نفی کی ہے کہ خدا کے نیک بندے جن کی لوگوں نے ازخود عبادت کی، دوزخ سے دُور رکھے جائیں گے۔ بخلاف ان انسانوں اور جنوں کے جنہوں نے نذریں اور نیازیں وصول کیں۔ سجدے کرائے اور معبود بن بیٹھے۔ وہ یقیناً جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ باقی لفظ "ما" اور حضرات مفسرین کرامؒ کی اصنام کی قید سے دھوکہ نہ ہو عنقریب اس کی تحقیق آرہی ہے۔ انشاء اللہ العزیز۔

(۸) قرآن کریم میں اس امر کی پوری تصریح موجود ہے کہ لوگوں نے جنوں کی عبادت کی ہے۔ حالانکہ جن بھی مکلف مخلوق ہے۔ کوئی ان میں مسلمان ہے کوئی کافر اور یقیناً جن بت نہیں ہیں۔

(الف) بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ — بلکہ وہ جنوں کی عبادت کرتے تھے اور ان میں

الْجِنَّ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ (پ ۲۲، سبا، ع ۱۰) — سے اکثر ان پر ایمان لائے ہوئے تھے۔

(ب) وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ (پ ۷، انعام، ع ۱۳) — اور ٹھہراتے ہیں جنوں کو اللہ کا شریک حالانکہ اس نے ان کو پیدا کیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کچھ لوگوں نے جنوں کو خدا کا شریک ٹھہرایا اور ان کی عبادت کی ہے۔ رہا یہ سوال کہ ان کی کس طور پر عبادت کی تو اس کی تشریح سورۂ جن میں یوں آتی ہے:۔

وَاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ○ (پ ۲۹، جن، ع ۱) — اور یہ کہ تھے کتنے مرد انسانوں میں پناہ پکڑتے تھے کتنے مردوں کی جنوں میں سے، سو وہ جنات اور سر چڑھنے لگے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جنوں کی عبادت سے مراد ان کی پناہ ڈھونڈنا اور خطرات نقصانات کے مقابلہ میں ان سے حفاظت اور نگرانی طلب کرنا ہے اور ان پر ایمان لانے سے مراد ان کے متعلق یہ اعتقاد رکھنا ہے کہ وہ پناہ دینے اور حفاظت کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔

(۹) قرآن کریم کا فیصلہ ہے کہ خدا کے نیک بندوں کو اس کے ورے کارساز بنانے سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔

اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ ○ (پ ۱۶، کہف، ع ۱۲) — اب کیا سمجھتے ہیں کافر کہ ٹھہرائیں میرے بندوں کو میرے سوا حمایتی۔

(۱۰) قرآن کریم میں منافقین کے فعلِ ریا کی تردید يُرَآءُوْنَ النَّاسَ (کہ لوگوں کو دکھانے کے لیے نماز وغیرہ ادا کرتے ہیں) سے کی گئی ہے، اور حدیث میں آتا ہے:۔ اِنَّ الْيَسِيْرَ مِنَ الرِّيَآءِ شِرْكٌ" (مستدرک ا ص ۴ صحیح) کہ تھوڑا دکھاوا

بھی شرک ہے۔ اور حدیث آئی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی شخص کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانے کے لیے نماز کو طول دے گا تو اس کا یہ فعل شرک خفی اور ریا ہوگا۔ (ابن ماجہ ص ۳۱۲)

اگر شرک صرف بُتوں کی عقیدت سے ہی ہوتا ہے تو لوگوں کے دکھاوے کے لیے جو فعل کیا جائے اس پر شرک کا اطلاق کیسے صحیح ہوا۔ یہ الگ بات ہے کہ شِرْكٌ دُونَ شِرْكٍ کا معنیٰ ملحوظ رکھنا پڑے گا مگر لفظ شرک کا اطلاق تو اس پر وارد ہے۔

(۱۱) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں کو ایک خط لکھوایا جس میں آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا۔

اما بعد فانی ادعوکم الی عبادۃ اللہ من عبادۃ العباد وادعوکم الی ولایۃ اللہ من ولایۃ العباد (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۶۹ بحوالہ بیہقیؒ)	اما بعد، میں تمہیں بندوں کی عبادت کے بجائے خدا تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دیتا ہوں اور بجائے اس کے کہ تم بندوں کو کارساز سمجھو میں تمہیں اس کی دعوت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو کارساز سمجھو۔

اگر شرک صرف بُت پرستی ہی کا دوسرا نام ہے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبادۃ العباد اور ولایۃ العباد کے بجائے عبادۃ الاصنام اور عبادۃ الاوثان کیوں نہ فرما دیا؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو اہلِ کتاب کو (جو حضرت مسیح احبار اور رہبان کو ارباباً مِّنْ دُوْنِ اللہ بنا چکے تھے) یہ دعوت دی ہے کہ عباد (بندوں) کی عبادت اور ولایت و کارسازی کے بجائے اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت اور کارسازی کا اعتراف اور اقرار کرو۔

اب جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ شرک تو بُتوں کی پرستش یا پکارنے

سے ہی ہوتا ہے، وہ غلط کہتے ہیں۔ اگر کوئی شخص حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت عزیر علیہ السلام، حضرت مسیح علیہ السلام، حضرت مریم علیہا السلام اور اللہ تعالیٰ کے نبیوں، فرشتوں اور جنوں کی بھی عبادت اور پرستش کرے گا تو وہ بھی یقیناً مشرک ہوگا۔ عبادت اور پرستش کا معنیٰ اپنے محل پہ ذکر ہوگا (انشاء اللہ تعالیٰ) یہ یاد رہے کہ شرک جیسے قبیح ترین فعل کی وجہ سے خواص تو کیا عوام الناس بھی معذور نہیں ہو سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک عاقل کو اتنی سمجھ ضرور رکھی ہے جس سے وہ توحید و شرک کا امتیاز کر سکتا ہے اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت اور کتب کا نازل ہونا اس پر مستزاد ہے۔ مگر حیف بر حیف ہے ان لوگوں پر جن کو ان کی جماعت امام اور مجدد کا خطاب دیتی ہے وہ بھی دُنیا اور آخرت کی سب مرادیں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وابستہ کرتے ہیں چنانچہ فریق مخالف کے اعلیٰحضرت خانصاحب بریلوی مسلم وغیرہ کی حدیث سے (جو خبر واحد ہے اور ان کے نزدیک بھی عقائد کے باب میں اس کو پیش کرنا ہرزہ بافی ہے) اور اس کی شرح میں بعض شراح حدیث کے غیر معصوم اقوال اور مجمل عبارات سے بالکل ایک غلط اور سراسر باطل عقیدہ پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہر قسم کی حاجت روائی فرما سکتے ہیں دُنیا و آخرت کی سب مرادیں حضور کے اختیار میں ہیں (الا والسنیۃ الانیقۃ فی فتاوی افریقہ ص ۶۲ طبع رضوی پریس بریلی) سوال یہ ہے کہ اگر واقعی دُنیا و آخرت کی سب مرادیں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اختیار میں ہیں تو دیگر ہزارہا امور کو چھوڑیئے صرف اس بات کی طرف توجہ کیجئے کہ آپ نے باوجود قلبی خواہش اور دلی آرزو کے اپنے مہربان چچا اور مجازی مُربّی ابوطالب (جن کا نام عبد مناف تھا) کو دولت ایمان اور ہدایت دے کر اپنی ہی مراد کیوں نہ پوری کر لی؟ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ اور پھر عبد اللہ بن اُبی رئیس المنافقین کو ساری ممکنہ تدبیریں اختیار کرنے کے باوجود بھی (کہ اس کا جنازہ بھی پڑھایا، اس کے بدن پر اپنا تھوک مبارک بھی ملا، اپنے جسد اطہر سے کرتہ نکال کر اس کو بطور کفن بھی

پہنایا اور اس کے لیے مغفرت کی دعا بھی کی کیوں اس کو بخش دیا یا کم از کم کیوں بخشوا دیا! جب کہ خانصاحب کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کن اور مکن کے سب اختیار بھی حاصل تھے۔ چنانچہ خان صاحب لکھتے ہیں ؎

احمد سے احمد اور احمد سے تجھ کو　　　کن اور سب کن مکن حاصل ہے یا غوث

(حدائق بخشش ص۸ حصہ دوم)

آپ نے ملاحظہ کر لیا کہ بقول خانصاحب کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سب کن مکن کے اختیارات آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل ہو چکے تھے اور پھر آپ کی طرف سے یہ سب اختیارات حضرت غوث پاک شیخ عبد القادر جیلانیؒ کو حاصل تھے اور انہی اختیارات کا یہ نتیجہ ہے کہ خان صاحب لکھتے ہیں کہ: آفتاب طلوع نہیں کرتا جب تک اُن کے نائب اُن کے وارث ان کے فرزند ان کے دلبند غوث الثقلین غیث الکونین حضور پُرنور سیدنا و مولانا امام ابو محمد شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سلام عرض نہ کرے۔ بلفظہٖ (الامن والعلیٰ ص۱۲۳ طبع لاہور) خدا تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ جب سیدنا شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی ولادت باسعادت ہی نہیں ہوئی تھی اس وقت آفتاب کیسے طلوع ہوتا تھا اور اس بیچارے پر اس وقت کیا گزرتی ہوگی؟ داد دیجیے اس اسلام اور اس توحید کی جس کو نمونہ خان صاحب پیش کرتے ہیں۔ اعاذنا اللّٰہ تعالیٰ من ھٰذہ الخرافات الواھیات۔

سچ ہے کہ ؎

حقیقت خرافات میں کھو گئی

باب ششم

بعض حضرات مفسرین کرامؒ نے مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ، غَیْرُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ وغیرہ آیات کی تفسیر میں اصنام کی قید لگائی ہے۔ عوام تو کیا بلکہ بعض پڑھے لکھے طبقہ کو بھی اس کا مطلب سمجھنے میں فاحش غلطی ہوئی ہے اس لیے زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس غلطی کو بھی دُور کر دیا جائے۔

دُنیا میں کوئی بھی قوم ایسی نہیں گزری، جس نے محض لکڑی، پتھر اور اینٹ کی بے جان مُورت کو خدا یا الٰہ بنایا ہو۔ بلکہ بُت، تصویر اور مجسمہ جب بھی بنایا گیا، کسی جاندار مخلوق بلکہ بزرگوں اور پیغمبروں اور نیک بندوں کے نام اور شکل پر ہی بنایا گیا اور بتوں سے وہ کام لیا گیا جو نااہل لوگوں نے تصور شیخ سے یا غالی لوگوں نے فوٹو اور تصویر سے لیا کہ ان کے سامنے رکھنے سے نری صورت اور صاحب تصویر کا خیال جمنے کی وجہ سے یکجہتی واقع ہوتی ہے اور خیالات پراگندہ نہیں ہوتے بقول شخصے ؎

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی، دیکھ لی

آپ مندرجہ ذیل دلائل کا مطالعہ فرما کر نظریہ قائم کریں کہ بتوں کی حقیقت کیا ہے:-

① قرآن کریم میں جو پانچ الہوں کا ذکر ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں پوجے جاتے تھے، جن کے نام یہ ہیں:۔ وَدّ، سُوَاع، یَغُوث، یَعُوق اور نَسر۔ یہ کون تھے؟ یہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ کے نیک اور صالح انسان تھے۔ جن کی پرستش کی جاتی تھی۔ (صحیح بخاری ۲ صفحہ ۷۳۲)

اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ یہ پانچوں نام حضرت ادریس علیہ السلام کے صاحبزادوں کے ہیں، بہت نیک لوگ تھے۔ (تفسیر عزیزی اردو پارہ تبارک الذی صفحہ ۹۳ اور تفسیر ابن کثیر ۴ صفحہ ۴۲۶) میں بھی اس کے قریب قریب مضمون ہے فرق اتنا ہے کہ اس میں وَدّ حضرت شیث علیہ السلام کا نام بتایا ہے اور باقی چار ان کے بیٹے اور ایک روایت میں یہ پانچوں حضرت آدم علیہ السلام کے (بالواسطہ) بیٹے بتائے ہیں آخر پوتے در پوتے بھی بیٹے ہی ہوتے ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ قرآن میں بتوں کے لئے نام جو انسانوں کے نام تھے یہ ہیں:۔ وَدّ، سواع، یغوث، یعوق، نسر۔ (تفسیر اتقان اردو ۲ صفحہ ۲۵۳)

گویا حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ کے یہ پانچ پیر تھے۔ جیسے آج کل بھی عموماً ہر علاقہ میں پانچ پیر ہوتے ہی ہیں۔

یہ بحث بھی فائدے سے خالی نہ ہوگی کہ یہ پانچوں بزرگ بڑے نیک اور متقی تھے:۔

ولهم اتباع یقتدون بهم فلما ماتوا قال اصحابهم الذین یقتدون بهم لو صورناهم کان اشوق لنا الی العبادة اذا ذکرناهم فصوروهم الخ (البدایہ والنہایہ ج ۱ صفحہ ۱۰۵ و ابن کثیر ۴ صفحہ ۴۲۶)

اور ان کے کافی پیروکار تھے جو ان کی اقتداء کرتے تھے، جب ان پانچوں کی وفات ہو گئی، تو ان کی پیروی کرنے والوں نے کہا، کہ ہم اگر ان کا تصور پیش نظر رکھیں تو عبادت میں بڑا ذوق و شوق حاصل ہوگا تو انہوں نے ان کی تصویریں اور فوٹو بنالیے۔

حافظ ابن القیمؒ لکھتے ہیں:۔

قال غیر واحد من السلف کان هؤلاء قوما صالحین فی قوم نوح فلما ماتوا عکفوا علی قبورهم ثم صوروا تماثیلهم ثم طال علیهم الامد فعبدوهم (اغاثة اللهفان ج ۱ صفحہ ۱۹۲ ومثلہ فی البدایہ والنہایہ ج ۱ صفحہ ۱۰۶)

اکثر حضرات سلفؒ کا بیان ہے کہ یہ پانچ حضرت حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک لوگ تھے جب وہ وفات پا گئے۔ تو لوگوں نے ان کی قبروں پر مجاوری اختیار کرلی، پھر ان کی تصویریں اور مجسمے بنالیے، پھر جب کافی زمانہ گزر گیا تو ان کی عبادت شروع کر دی۔

ان اقتباسات سے معلوم ہوا کہ دنیا میں سب سے پہلا شرک خدا تعالیٰ کے نیک بندوں اور ان کی قبروں سے شروع کیا گیا، اور لطف کی بات یہ ہے کہ وہ بھی محض تقرب خداوندی اور رضائے الٰہی کی تحصیل کی غرض سے وہ ایسا کرتے تھے اور یہی کچھ آج بھی ہو رہا ہے اور اس شرک کی ترویج و اشاعت میں بڑے بڑے فرزانے بھی دیوانے ہوتے چلے جا رہے ہیں:۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا، جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

② قرآن کریم میں لات ایک بت کا ذکر ہے۔ یہ کون تھا؟

یہ ایک نیک آدمی تھا جو حاجیوں کو ستو گھول گھول کر پلایا کرتا تھا، جس کے نام پر بت بنایا گیا تھا۔ (بخاری ۲ صفحہ ۷۳۲)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت مجاہدؒ اور حضرت ربیعؒ بن انسؓ وغیرہ حضرات مفسرین کرامؒ کا بیان ہے کہ لات ایک آدمی کا نام تھا، جو ایام جاہلیت میں حاجیوں کو ستو گھول گھول کر پلایا کرتا تھا۔

فلما مات عکفوا علی قبره فعبدوه (ابن کثیر ۴ صفحہ ۲۵۳)

جب اس کی وفات ہو گئی تو لوگوں نے اس کی قبر پر مجاوری شروع کر دیا اور اس کی عبادت ہونے لگی

یہ عبادت کس طرح کی تھی؟ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی عبارت ملاحظہ ہو:

وكفى الله سبحانه مشركي مكة بقولهم لرجل سخي كان يلتّ السويق للحجاج انه نصب منصب الالوهية فجعلوا يستعينون به عند الشدائد (حجۃ اللہ البالغہ ص۶۲)

اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کی تکفیر کی اس لیے کہ انہوں نے ایک سخی انسان کو جو حاجیوں کو پانی میں ستو ملا کر پلایا کرتا تھا منصب الوہیت دے دیا تھا اور تکالیف میں اس سے مدد طلب کیا کرتے تھے۔

فائدہ: حضرت مفتی سعد اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

رجل يلت بالسويق بالطائف وكانوا يعكفون على قبره فجعلوه وثنا (کاشف ظلام ص۱۲)

کہ لات طائف میں لوگوں کو پانی میں ستو گھول گھول کر پلایا کرتا تھا۔ لوگوں نے اس کی قبر پر ہجوم شروع کر دیا حتیٰ کہ اس کو بت ہی بنا دیا۔

(۳) جب ۸ھ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دس ہزار قدسیوں کی معیت میں مکہ مکرمہ فتح کیا تو اس وقت کعبۃ اللہ میں تین سو ساٹھ ۳۶۰ بت نصب تھے۔ جن میں خصوصیت کے ساتھ صورۃ ابراهيم واسمعيل في ايديهما من الازلام الخ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کی تصویریں بھی تھیں، جن کے ہاتھوں میں لاٹری کے تیرے دکھائے گئے تھے۔
(بخاری ج۲ ص۶۱۴)

مسند احمد کی روایت میں ہے کہ ان تصویروں اور مجسموں میں ایک حضرت مریمؑ کی تصویر بھی تھی (البدایہ والنہایہ ج۴ ص۳۰۳)

(۴) حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ عزیٰ ایک پری تھی، جن درختوں میں اس کا ظہور ہوا تھا، ان کو لوگوں نے متبرک سمجھ کر عبادت گاہ بنا لیا تھا۔
(معجم البلدان ج۲ ص۱۶۵)

حافظ ابن کثیرؒ، امام نسائیؒ اور امام بیہقیؒ کی سند سے یہ روایت کرتے ہیں کہ جب ۸ھ میں مکہ مکرمہ فتح ہوا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ کو عزیٰ کی بیخ کنی کے لیے بھیجا، وہ گئے اور کیکر کے تین درخت کاٹ کر اور ایک مکان کو منہدم کر کے چلے آئے۔ آپؐ نے دریافت فرمایا، اے خالدؓ! کیا کر آئے؟ انہوں نے سارا قصہ سنا دیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم نے کچھ بھی نہیں کیا، پھر جاؤ اور عزیٰ کو ختم کر آؤ۔ چنانچہ جب وہ وہاں پہنچے تو مجاور یہ کہہ رہے تھے۔ یا عزیٰ، یا عزیٰ۔ اتنے میں:

فاذا امرأة عريانة ناشرة شعرها تحثو التراب على رأسها حتى قتلها ثم رجع الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فاخبره فقال تلك العزى الخ (البدايه والنهايه ج۴ ص۳۱۶ و ابن کثیر ج۴ ص۲۵۴)

ایک عورت نکلی جس کا بدن ننگا تھا، بال نوچ رہی تھی اور سر پر خاک ڈال رہی تھی۔ حضرت خالدؓ نے اس کو قتل کر دیا۔ پھر حضورؐ کی خدمت میں آئے۔ آپؐ نے فرمایا یہ عزیٰ تھی جو قتل کر دی گئی ہے۔

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عزیٰ ایک پری تھی، جس کی لوگ پوجا کرتے تھے۔ افسوس ہے کہ اس کی جائے ظہور کے کیکروں کا ذکر تو کیا جاتا ہے مگر عزیٰ کا نہیں ہوتا اور شرک کی حقیقت کی پردہ پوشی کی جاتی ہے۔

(۵) منات بھی انسان کا نام تھا۔ علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ قرآن میں بتوں کے ایسے نام جو کہ انسانوں کے تھے، یہ ہیں، لات ومنات وغیرہ۔ یہ قریش کے بتوں کے نام ہیں۔ (تفسیر اتقان ج۲ ص۳۵۲ اردو)

(۶) قرآن کریم میں جو بعل کا ذکر آتا ہے، علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں بعل ایک عورت کا نام ہے جس کی بہت لوگ عبادت کرتے تھے۔ (تفسیر اتقان اردو ج۲ ص۳۵۲ ومثلہ فی ابن کثیر ج۴ ص۴۰)

(۷) اہلِ عرب میں دو مشہور بُت تھے، اساف اور نائلہ۔ اور یہ بھی امام نووی رحمہ اللہ وغیرہ کی تصریح سے دو انسان تھے۔ مرورِ زمانہ کی وجہ سے لوگوں نے ان کی عبادت اور پرستش شروع کر دی تھی۔ (نووی شرح مسلم ص۴۱۴)

حضرت ابن ابزیؓ سے روایت ہے کہ جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو ادھیڑ عمر کی ایک حبشی نما بڑھیا واویلا کرتی ہوئی اور اپنے رخساروں کو نوچتی ہوئی جناب رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے فرمایا:

تلک نائلۃ أیست ان تعبد ببلدکم ھذا ابدًا۔	یہ نائلہ ہے۔ یہ اس سے ناامید ہو چکی ہے کہ تمہارے اس شہر میں کسی بھی وقت اس کی پوجا ہو۔
(البدایہ والنہایہ ج۴ ص۳۰۲)	

اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ نائلہ بھی عُزّیٰ کی طرح کوئی مؤنث جن اور پری تھی جس کی مشرکین پرستش اور پوجا کرتے تھے۔

(۸) عرب کا ایک مشہور بُت تھا جس کا نام ہبل تھا۔ یہ ایک بُت اور مجسمہ تھا جو ہابیل کے نام پر لوگوں نے بنا رکھا تھا۔ (فیض الباری ج۴ ص۹۶)

چونکہ قابیل نے اپنے بھائی ہابیلؑ کو اپنی خواہش کی تکمیل کے لیے شہید کر دیا تھا۔ اس لیے اس شہید مظلوم سے عرب کے مشرک مصیبت اور تکلیف کے وقت اور خاص طور پر جنگ کے موقع پر (جیسا کہ حضرت ابوسفیانؓ نے بحالتِ کفر جنگ احد میں اُعلُ ھُبَل کا نعرہ بلند کیا تھا۔ بخاری ج۲ ص۵۷۹) استعانت اور استمداد کیا کرتے تھے۔ اور ان کا ایک عظیم الشان مجسمہ تیار کر کے یادگار کے طور پر کعبہ کے اندر نصب کر رکھا تھا۔

امام ہشامؒ کتاب الاصنام میں لکھتے ہیں:-

أعظمھم عندھم ھبل علی صورۃ الانسان مکسورۃ الید	ان سب میں ان کے خیال میں بڑا ہبل تھا، جو انسانی صورت کا ایک مجسمہ تھا جس

(ینی دیکھو اغاثۃ اللہفان ج۲ ص۲۱۵)	کا دایاں ہاتھ ٹوٹا ہوا تھا۔

کیا بعید ہے کہ قابیل نے سب سے پہلے ان کا دایاں ہاتھ ہی توڑ یا کاٹ دیا ہو تاکہ ان میں مقابلہ اور مزاحمت کی طاقت ہی نہ رہے۔ مگر وہ تو پیکرِ عفو و کرم تھے ؎

حال میں اپنے مست ہوں، غیر کا ہوش ہی نہیں
رہتا ہوں میں جہاں میں یوں جیسے یہاں کوئی نہیں

(۹) ابرہہ نے صنعاء۔ یمن میں کعبہ کے مقابلہ میں جو گرجا تعمیر کرایا تھا۔ اس میں اس نے عرب کے مشہور مذہبی اور سیاسی راہنما کعب اور اس کی بیوی کا مجسمہ نصب کرایا تھا۔ (حاشیہ اغاثۃ اللہفان ج۲ ص۲۲۰)

(۱۰) حضرت عثمانؓ نہدی کا بیان ہے کہ ہمارا ایک صنم تھا۔ جو عورت کی صورت پر جست سے تیار کیا گیا تھا۔ (حاشیہ اغاثۃ مذکور ج۲ ص۲۲۱)

(۱۱) حضرت ابوسفیانؓ سے روایت ہے کہ ان کو ایک ایسے گرجے اور عبادت خانے میں جانے کا موقعہ ملا جس میں جناب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کی تصویریں اور فوٹو آویزاں تھے۔ (مجمع البحار ج۲ ص۴۱۹ ونحوہ فی ابن کثیر ج۲ ص۳۵۳) لیکن اس میں روایت حضرت جبیرؓ بن مطعم سے ہے۔

بہت ممکن ہے کہ اہلِ کتاب نے حضور کا حلیہ مبارک محفوظ رکھنے کا یہ طریقہ اختیار کیا ہو اور روایات سے اس کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ (المتوفی ۷۷۴ھ) نے امام حاکمؒ اور امام بیہقیؒ کی سند سے (جس کی اسنادہ لاباس بہ کہہ کر انہوں نے تصحیح بھی کی ہے) حضرت ہشامؓ بن العاص الاموی سے ایک طویل روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے دمشق میں شاہی تحویل میں پادریوں کے پاس حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ۔ حضرت ہارونؑ، حضرت لوطؑ، حضرت اسحٰقؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ۔ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد

علیہم الصلوات والتسلیمات کی تصویریں اور فوٹو دیکھے تھے جب کہ وہ سفیر اور قاصد بن کر تشریف لے گئے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۵۱ مخصلہ)

(۱۲) ہندوؤں کے ہاں برہما کا مجسمہ مشہور ہے۔ یہ کون تھے؟

علامہ عبدالکریم جنبلیؒ لکھتے ہیں کہ ہندوؤں کے ہاں برہما وہی ہیں جن کو اہل کتاب ابراہام اور مسلمان ابراہیم علیہ السلام سے تعبیر کرتے ہیں اور قرآن کریم کی اس آیت سے کہ اِنِّی جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابراہیم! میں تجھے تمام انسانوں کے لیے پیشوا بنانے والا ہوں) اس کی تائید ہوتی ہے (حاشیہ برہان ص ۲۴۰ بابت اپریل ۱۹۵۲ء)

اسی طرح بدھ، کرشن اور رام چندر، سیتا وغیرہ کے مجسمے تصویریں اور فوٹو بھی دراصل انسانوں کی عظمت اور ان کی شہرت کی یادگاریں ہیں۔ بھلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک من کی لکڑی یا پتھر، حاجت روا اور مسجود نہ ہو سکے لیکن جب اس کو چھیل یا تراش کر دس سیر کر دیا جائے تو وہ سب کچھ کر سکے؟

بات یہ ہے کہ بن گھڑے پتھر اور لکڑی میں اس ہستی کی سی آنکھیں، ناک اور کان وغیرہ نہیں ہوتے مگر جب صنم اس کی شکل پر بن گیا تو صاحب مجسمہ کے نام پر وہ قبلہ توجہ ہو گیا لیکن اصل عقیدت اور محبت لکڑی اور پتھر سے نہیں بلکہ محبوب انسان وغیرہ سے ہے۔

(۱۳) حضرت ام حبیبہؓ اور حضرت ام سلمہؓ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ ہم نے ملک حبشہ میں ایک گرجا دیکھا تھا جس میں کچھ فوٹو اور تصویریں تھیں تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان لوگوں میں جب کوئی نیک اور صالح آدمی مر جاتا تھا تو اس کی قبر پر مسجد اور تکیہ بنا دیتے تھے، اور اس کا فوٹو اور تصویر بنا کر نصب کر دیتے تھے۔ وہ بدترین مخلوق ہیں۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۶۱)

حضرات! آپ جہاں تک بھی سُراغ نکالیں گے۔ آپ کو یہی ملے

گا کہ بتوں کی اصل، صاحب بُت، اور تصویروں کی اصل، صاحب تصاویر تھے۔ آج بھی مذہبی اور سیاسی راہنماؤں کے سینکڑوں بُت اور مجسمے بنظر عقیدت لوگ نصب کرتے ہیں۔ عقیدت مجسموں سے نہیں ہوتی بلکہ صاحب مجسمہ سے ہوتی ہے۔ آپ ہندوؤں اور دیگر بُت پرست قوموں سے پوچھ دیکھیں اُن میں ارباب فہم و انصاف صاف بتائیں گے کہ اسی نظریہ سے انہوں نے اپنے مذہبی اور سیاسی بزرگوں کے نام پر بُت بنائے ہیں، ویسے پیتل، چاندی، لکڑی، اینٹ، پتھر کے بے جان مجسموں سے انہیں کوئی لگاؤ اور محبت نہیں۔ ان سے جو تعلق بھی ہے، وہ بزرگوں کی عقیدت کی وجہ سے ہے۔ شیطان کے لیے یہ تو از حد مشکل تھا کہ وہ کلمہ پڑھنے والوں کو بتوں کی پرستش کراتا۔ کیونکہ اس محاذ پر ایسی شکست کھا چکا تھا کہ اس کا دوبارہ سر اُٹھانا تقریباً محال تھا۔ اس لیے اس نے پینترا بدلا، اور بزرگوں کے بتوں اور مجسموں کے بجائے قبروں سے وہی عقیدت رکھنی شروع کرا دی جو پہلے بُتوں اور مجسموں سے وہ بارہا کرا چکا ہے۔

اسی واسطے جناب نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زوردار الفاظ میں امت کو متنبہ فرمایا۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو درد کی وجہ سے بار بار، آپؐ چہرۂ مبارک سے کپڑا اٹھا کر ارشاد فرماتے رہے، خدا کی لعنت ہو یہود اور نصاریٰ پر جنہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔ یہ اس لیے فرماتے تاکہ آپؐ کی اُمّت آگاہ ہو جائے اور کہیں ایسا نہ کرنے لگے جیسا کہ یہود اور نصاریٰ نے کیا تھا۔ (بخاری ج ۱ ص ۶۲ مسلم ج ۱ ص ۲۰۱) بلکہ صحیح مسلم میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں:- قبور انبیاءھم وصالحیھم۔ کہ لعنت ہو یہود اور نصاریٰ پر جنہوں نے پیغمبروں اور نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کیا کرتے تھے:-

اللّٰھم لا تجعل قبری وثنا یعبد اشتد غضب اللّٰہ علی قوم اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد (مشکوٰۃ ص۷۲ رواہ مالکؒ مرسلاً)

اے اللہ! میری قبر کو بُت نہ بنا جس کی عبادت کی جائے اس قوم پر خدا کا بہت ہی غضب ہوا جنہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔

جس چیز سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امّت کو آگاہ فرمایا تھا افسوس! آج اکثریت کے ساتھ کلمہ گو اس خرابی میں مبتلا ہی نہیں بلکہ اس کو شرعی لباس اور غلاف پہنایا جاتا ہے۔ فوا اسفا ؎

اکنوں کرا دماغ کہ پرسد ز باغباں
بُلبل چہ گفت و گل چہ شنید و صبا چہ کرد

دُنیا کا کوئی عقلمند انسان اس کو باور نہیں کر سکتا کہ کسی باہوش آدمی نے کبھی محض اینٹ اور پتھر وغیرہ کی عبادت کی ہے۔ یہ جو کچھ بھی ہوا، پیغمبروں، بزرگوں، جنّوں اور دیگر باعزت اور ذی رتبہ مخلوق کے نام پر ہی ہوا کسی کا مجسمہ قبلۂ توجہ سمجھا گیا، تو کسی کا فوٹو، کسی کے اُٹھنے بیٹھنے کی جگہ کو متبرک سمجھ کر اس کی پرستش کی گئی تو کسی کی قبر کو قاضی الحاجات سمجھا گیا۔ اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ ابو رجاء عطاردیؒ کی روایت سے (جو بخاری ج۲ ص۶۲۸ وغیرہ میں ہے) یہ ثابت ہوتا ہے کہ لوگ محض اچھے سے اچھے پتھروں کی پوجا پاٹ اور طواف بھی کیا کرتے تھے اور جب پہلے سے عمدہ پتھر مل جاتا تو پہلے کو پھینک دیتے تھے، حالانکہ وہ پتھر بن گھڑے ہوتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حافظ ابن کثیرؒ اور حافظ ابن القیمؒ

لہ حضرت عطاءؒ بن یسارؒ نے بسند صحیح یہ روایت حضرت ابو سعید الخدریؓ سے مرفوعاً بیان کی ہے۔ اور اس مضمون کی مرفوع روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی مروی ہے۔
(زرقانی شرح موطا ج۱ ص۳۵۱ و تنویر الحوالک ج۱ ص۱۳۲)

لکھتے ہیں کہ اہلِ مکّہ جب دور دراز ملکوں میں سفر کرتے تھے:۔

حمل معہ حجراً من حجارۃ الحرم تعظیما للحرم فحیث ما نزلوا وضعوہ فطافوا بہ کطوافھم بالبیت حبّاً للبیت وصبابۃً بہ۔ (البدایہ والنہایہ ج۲ ص۱۰۱ واغاثۃ اللھفان ج۲ ص۲۱۰)

تو اپنے ساتھ حرم شریف کے پتھروں میں سے کوئی پتھر اُٹھا لیتے، محض حرم کی تعظیم کی وجہ سے، اور جہاں ٹھہرتے اس کو رکھ کر اس کا طواف کیا کرتے تھے، جیسے بیت اللہ شریف کا طواف کیا جاتا تھا اور یہ صرف بیت اللہ کی محبت اور عشق کی وجہ سے کرتے تھے۔

زمانہ گزرنے کے بعد بلاشک لوگوں نے افراط و تفریط سے کام لیا ہوگا، لیکن دراصل پتھروں کی تعظیم اور طواف بھی اگر کیا جاتا تھا تو اس لیے کہ تعظیم بیت اللہ اور حرم شریف کی عقیدت اور عزت کا پہلو اس سے نمایاں ہوتا ہے اور بیت اللہ اور حرم کی تعظیم جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کے خلوص کی یادگار ہے؛ خود صد تکریم کی مستحق ہے کسی نے پتھر کو محض پتھر سمجھ کر الوہیت کا درجہ کبھی نہیں دیا۔ دیکھئے، ویسے تو عرب میں ہزاروں، بلکہ لاکھوں درخت موجود تھے۔ مگر نہ تو کسی کی عقیدت ان سے وابستہ ہوئی اور نہ حضرت عمرؓ کی دُور رس نگاہ اور عمیق تدبیر نے ان کو کٹوانے کا حکم دیا۔ انہوں نے کٹوایا بھی تو صرف وہ درخت جس کے نیچے امام الدنیا والآخرۃ، سید الانبیاء وخاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک پر تقریباً پندرہ سو (۱۵۰۰) حضرات صحابہ کرام رضؓ نے بیعت کی تھی۔ (دیکھئے ازالۃ الخفاء جلد ص واغاثۃ اللھفان ج۱ ص۲۰۹) کیونکہ شرک کی ابتداء ہی بزرگوں، اولیاء اللہ کی قبروں، ان کی عبادت گاہوں اور نشست و برخاست کی جگہوں سے ہوئی ہے۔

لیجیے! اب آپ صنم اور وثن کا معنی بھی سُن لیں:۔ امام ابن جریرؒ (المتوفی ۳۱۰ھ) اور علامہ خازن (المتوفی ۷۴۱ھ) لکھتے ہیں:۔

والاصنام جمع صنم وهو التمثال الذي يتخذ من خشب أو حجارة أو حديد أو ذهب أو فضة على صورة الانسان وهو الوثن ايضاً

(تفسیر ابن جریر ج ۹ ص ۱۵۹ وخازن ج ۲ ص ۲۳)

اصنام صنم کی جمع ہے۔ اور وہ ایسا مجسمہ ہے جو لکڑی، پتھر، لوہے، سونے اور چاندی وغیرہ کا انسان کی صورت پر بنایا جائے اور یہی وثن کی تعریف ہے۔

اور رئیس المحققین شمس المحدثین وامام المتکلمین سید شریف جرجانی الحنفی رحمہ (المتوفی سنہ ۸۱۶ھ) ارقام فرماتے ہیں کہ :-

فانهم لا يقولون بوجود الهين واجبي الوجود ولا يصفون الاوثان بصفات الالوهية وان اطلقوا عليها اسم الالهة بل اتخذوها على انها تماثيل الانبياء او الزهاد او الملئكة او الكواكب واشتغلوا بتعظيمها على وجه العبادة توصلاً بها الى ما هو اله حقيقة

(بلفظہ شرح مواقف ص ۵۵ طبع نولکشور)

بُت پرست دو واجب الوجود الٰہوں کے قائل نہیں اور نہ وہ اوثان کو صفاتِ الوہیت سے متصف مانتے ہیں اگرچہ وہ ان پر الٰہ کا اطلاق کرتے ہیں بلکہ انہوں نے تو حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام یا نیک بندوں یا فرشتوں یا ستاروں کی تصویریں اور فوٹو بنا کر عبادت کے طور پر ان کی تعظیم کرنی شروع کر دی تاکہ وہ اس طریقہ سے الٰہ حقیقی تک رسائی حاصل کر سکیں۔

حضرت امام فخر الدین الرازی رحمہ (المتوفی سنہ ۶۰۶ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ :-

انهم وضعوا هذه الاصنام والاوثان على صور انبياءهم واكابرهم وزعموا انهم متى اشتغلوا بعبادة هذه التماثيل فان اولئك الاكابر تكون شفعاء لهم عند الله تعالى

ان مشرکوں نے یہ اصنام و اوثان اپنے پیغمبروں اور بزرگوں کی صورتوں پر بنائے تھے اور انہوں نے یہ خیال کیا تھا کہ جب وہ ان مورتیوں کی عبادت میں مشغول ہوتے ہیں تو یہ اکابر اور بزرگ ان کے حق میں اللہ تعالیٰ

ونظيره في هذا الزمان اشتغال كثير من الخلق بتعظيم قبور الاكابر على اعتقاد انهم اذا عظموا قبورهم فانهم يكونون شفعاء لهم عند الله تعالى۔

(تفسیر کبیر ج ۴ ص ۸۱۸)

کے ہاں سفارش کرتے ہیں اور اس کی نظیر اس زمانہ میں یہ ہے کہ بہت سے لوگ بزرگوں کی قبروں کی اس اعتقاد کے تحت تعظیم کرتے ہیں کہ اس طریقہ سے وہ بزرگ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی سفارش کریں گے۔

حضرت حکیم الامت شاہ ولی اللہ صاحبؒ (المتوفی ۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں کہ :-

والمشركون وافقوا المسلمين في تدبير الامور العظام وفيما ابرم وجزم ولم يترك لغيره خيرة ولم يوافقوهم في سائر الامور ذهبوا الى ان الصالحين من قبلهم عبدوا الله وتقربوا اليه فاعطاهم الله الالوهية فاستحقوا العبادة الى ان قال وقالوا هؤلاء يسمعون ويبصرون ويشفعون لعبادهم ويدبرون امورهم وينصرونهم فنحتوا على اسمائهم احجاراً وجعلوها قبلة عند توجههم الى هؤلاء الخ۔

(حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ طبع مصر ص ۵۹)

مشرکین کا مسلمانوں کے ساتھ اس امر پر اتفاق رہا ہے کہ بڑے بڑے کاموں کی تدبیر تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے اور ایسے ہی وہ کام بھی جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے پختہ فیصلہ کر دیا ہے اس نے اور کسی کو ان میں اختیار نہیں دیا لیکن تمام امور میں مشرک قومیں مسلمانوں کے ساتھ متفق نہیں رہیں ان کا مذہب یہ رہا ہے کہ ان سے پہلے جو نیک بندے گزرے ہیں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بندگی کی ہے اور اس کا تقرب حاصل کیا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو الوہیت اور حاجت روائی کا عہدہ دے دیا ہے سو وہ مخلوق کی طرف سے عبادت کے مستحق ہوں گے۔ (آگے چل کر فرمایا) اور مشرکین نے کہا کہ وہ صالحین اب بھی سنتے اور دیکھتے ہیں، اور اپنی عبادت

کرنے والوں کی سفارش کرتے ہیں اور ان
کے کاموں کی تدبیر اور اُن کی نصرت کرتے
ہیں، پھر ان صالحین کے ناموں پر انہوں
نے پتھروں کے بُت بنائے اور صالحین کی
طرف توجہ کرتے وقت ان کے بتوں کو قبلۂ
توجہ بنایا۔

حضرت حکیم الامت کی یہ عبارت جناب پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی نے بھی اپنی کتاب اعلاء کلمۃ اللہ صہ ۱۲۳ میں نقل کر کے اس سے استدلال و احتجاج کیا ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ ایک مقام پر مشرکین کے بعض فرقوں کا ذکر کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ:۔

انہم عمدوا الی اصنام اتخذوھا علی صور الملئکۃ المقربین اھ	انہوں نے ملائکہ مقربین کی صورتوں پر بُت بنائے تھے (اور پھر اُن کی عبادت کرتے تھے۔)
(تفسیر ج ۴ صہ ۵۴)	

اس سیر حاصل بحث کے بعد بھی اگر کوئی شخص یہ کہہ کر اپنے نفس[1] کو دھوکا دے سکے کہ شرک تو صرف وثن پرستی، صنم پرستی اور بُت پرستی کا نام ہے۔ اور کلمہ پڑھنے والا کوئی بھی پتھروں، درختوں اور اینٹوں سے

---

[1] یہ محض ایک مفروضہ ہی نہیں بلکہ فریق مخالف کے متعدد علماء یہ لکھتے ہیں، بغرض اختصار ایک ہی حوالہ ملاحظہ ہو مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ: کفار جن سے مدد مانگتے ہیں وہ روحانی طاقت سے خالی ہیں پھر وہ پتھروں کو اپنا مددگار جانتے ہیں جن میں یہ روح بالکل نہیں۔ (انتہیٰ بلفظہٖ جاء الحق صہ ۲۲۳) سبحان اللہ! جب مفتی قوم کا یہ حال ہو تو دوسروں کی اصلاح کیسے اور کہاں سے؟

خضر کیونکر بتائے کیا بتائے
اگر ماہی کہے دریا کہاں ہے

یا تصویروں اور فوٹوؤں سے عقیدت نہیں رکھتا تو وہ ایک کھُلے ہوئے مغالطہ کا شکار ہے۔ اس کو اپنا علاج کرا لینا چاہیئے بشرطیکہ اسے تائید ایزدی نصیب ہو۔

؎ گہر جو دل میں نہاں ہیں خدا ہی دے تو ملیں
اسی کے پاس ہے مفتاح اس خزانے کی

مگر صد افسوس کہ آج کلمہ گو مسلمانوں نے شرک کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اللہ تعالیٰ کی صفات مختصہ مثلاً عالم الغیب۔ حاضر و ناظر، مختار کل۔ نافع و ضار۔ رازق۔ پناہ دہندہ، فریاد رس مشکل کشا، حاجت روا اور دافع البلاء والوباء ہونا وغیرہ وغیرہ غیر اللہ اور علی الخصوص حضرات انبیاء کرام و اولیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے نہ صرف یہ کہ ثابت کرتے ہیں بلکہ اپنی اس کارروائی پر مُصر بھی ہیں اور ایڑی چوٹی کا زور اس پر صرف کرتے ہیں بلکہ معاذ اللہ تعالیٰ خدا اور رسول کو۔ رسول اور پیر کو حتیٰ کہ خدا اور پیر کو گڈمڈ کرنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں ہم اسی جماعت کے ایک سرکردہ بزرگ خواجہ محمد یار صاحب (المتوفی ۱۳۶۷ھ) کے دیوان محمدی الموسوم بہ انوار فریدی کے چند اشعار پیش کرتے ہیں غور فرمائیں خدا اور رسول کو گڈمڈ کر کے کیسے مغالطہ دیا ہے

یکے بینم خدا و مصطفےٰ را فاش میگویم	کہ بیروں رفتہ ام ز اقلیم فرق و التمیاز این جا
	(صہ ۶۹ حصہ فارسی)
خدا کہتے ہیں جس کو مصطفےٰ معلوم ہوتا ہے	جسے کہتے ہیں بندہ خود خدا معلوم ہوتا ہے
	(صہ ۱۰۱ حصہ اردو)
محمد مصطفےٰ محشر میں طٰہٰ بن کے نکلیں گے	اٹھا کر میم کا پردہ ہویدا بن کے نکلیں گے
حقیقت جن کی مشکل تھی تماشا بن کے نکلیں گے	جسے کہتے ہیں بندہ قل ہو اللہ بن کے نکلیں گے
بجاتے تھے جو اِنِّیْ عَبْدُہٗ کی بنسری ہر دم	خدا کے عرش پر اِنِّیْ اَنَا اللّٰہ بن کے نکلیں گے
	(صہ ۱۰۳)

؎ احمد احمد میں فرق نہیں اے محمدا — عشاق یار رکھتے ہیں ایمان نے شکار (صہ ۱۰۴)
؎ گر محمد نے محمد کو خدا مان لیا — پھر تو سمجھو کہ مسلمان سب ہے وفا ہیں (صہ ۱۰۵)

[illegible]

ے محمد دی صورت ہے صورت خدا دی / میرے دل توں نقشہ مٹا کوئی نہیں سکدا (ص ۱۲۳)

ے احد نال احمد لا کیوں نہ ڈیکھاں / حبیب خدا کوں خدا کیوں نہ ڈیکھاں (ص ۱۳۶)

ے محمد محمد چکیندیں گزر گئی / احد نال احمد ملیندیں گزر گئی (ص ۱۳۵)

ے نت اپنی حیاتی توں قربان تھیواں / خدا کوں محمد سڈیندیں گزر گئی (ص ۱۳۵)

ے احمد احد کوں ڈوں نہ کر / من گھن چراوٗ چوں نہ کر (ص ۱۷۰)

رسول اور پیر گڈ مڈ ہیں (معاذ اللہ تعالیٰ)

ے بے چشم بینا از مدینہ بر سر ملتان / بشکل صدر دیں خود رحمۃ للعالمین آمد (ص ۲۲)

ے بیا در کوٹ مٹھن تا رخ خیر الوریٰ بینی / کہ در شکل فرید آمد شہنشاہ حجاز ایں جا (ص ۴۰)

خدا اور پیر گڈ مڈ ہیں (معاذ اللہ تعالیٰ)

ے صورتِ رحمان ہے تصویر مجھے پیر کی / علم القرآن ہے تقریر میرے پیر کی (ص ۹۲)

ے کیا خدا کی شان ہے یا خود خدا ہے جلوہ گر / ملتی ہے اللہ سے تصویر میرے پیر کی (ص ۹۳)

ے تختِ فرید تخت ہے رب فرید کا / نقشہ کھنچا ہے عرش مجید کا

سنتے ہیں دیکھتے ہیں سمیع و بصیر ہیں / منکر کو ہے وعید عذابِ شدید کا

ابعد بعید سب کہیں یا ایہا الفرید / یاں فرق اٹھ چکا ہے قریب و بعید کا (ص ۹۵)

ے فرید با صفا ہستی۔ محمد مصطفےٰ ہستی / چہا گویم چہا ہستی۔ خدا ہستی خدا ہستی (ص ۶۲)

ے خدا کو ہم نے دیکھا ہے سدا مٹھن کی گلیوں میں / خدا بے پردہ ہے جلوہ نما مٹھن کی گلیوں میں

ے فرید پاک کی صورت میں بے صورت کا جلوہ ہے / تو بے رنگی میں اب صورت نما مٹھن کی گلیوں میں (ص ۱۱۲)

آخر میں اس غالی کا ایک اور شعر سنیئے اور داد دیجئے اس خود ساختہ عشق کی۔

ے بندگی سے آپ کی ہم کو خداوندی ملی / ہے خداوندِ جہاں بندہ رسول اللہ کا (ص ۸۸)

معاذ اللہ یہ سب کچھ کر کے بھی یہ لوگ نہ صرف یہ کہ اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں بلکہ مسلمانوں کے پیشوا بنے ہوئے ہیں اور اہل حق ان کے نزدیک گستاخ ہیں۔ اللہ تعالیٰ بچائے اور محفوظ رکھے ان کے باطل نظریات سے اور اہل حق کا ساتھ نصیب فرمائے آمین۔ ے پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ۔

باب ہفتم

اتنی بات تو ہر کلمہ گو جانتا ہے کہ عرب کے جن لوگوں کی طرف براہِ راست اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تھا۔ وہ مشرک تھے۔ لیکن سوال یہ ہوگا کہ شرک کی کیا چیز ان میں موجود تھی جس کی بنا پر وہ مشرک قرار دیئے گئے۔ اگر آپ ذیل کی آیات کو پڑھیں گے تو آپ کو حقیقتِ حال سے کچھ آگاہی ہو جائے گی:۔

(۱) وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ فَأَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ (پ ۲۵، زخرف، ع ۷)

اور اگر آپ ان (مشرکوں) سے سوال کریں کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے تو البتہ کہیں گے اللہ تعالیٰ نے پھر کہاں سے الٹے جاتے ہیں۔

قرآن کریم کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ مشرکین مکہ (اور عرب) نہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کے ہی قائل تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کو یقیناً اپنا خالق مانتے تھے۔

(۲) وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ ۝ (پ ۲۳، زمر، ع ۴)

اگر آپ ان (مشرکوں) سے پوچھیں کہ کس نے بنائے آسمان اور زمین، تو ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مشرکین مکہ زمینوں اور آسمانوں کا پیدا کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہی کو تسلیم کرتے تھے، اور ان کو اس میں کسی قسم کا کوئی تردد نہ تھا۔

(۳) وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝

اور اگر آپ ان لوگوں سے پوچھیں کہ کس نے بنائے ہیں آسمان اور زمین اور کس نے کام میں لگایا ہے سورج اور چاند؟ تو ضرور کہیں گے خدا تعالیٰ نے، پھر کہاں سے الٹے جاتے ہیں۔

(پ ۲۱ سورۃ عنکبوت۔ ع ۶)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مشرکین عرب خدا تعالیٰ کو زمینوں اور آسمانوں[1] کا خالق ماننے کے ساتھ سورج اور چاند کا پیدا کرنے والا اور ان کو مخصوص اور متعین رفتار پر لگانے والا بھی اسی کو سمجھتے اور اس پر یقین رکھتے تھے۔

(۴) وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۝ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ (پ ۲۱، عنکبوت، ع ۶)

اور اگر آپ ان مشرکوں سے پوچھیں کہ کس نے اتارا آسمان سے پانی، پھر زندہ کیا زمین کو اس کے مرنے (یعنی خشک ہونے) کے بعد تو ضرور کہیں گے، اللہ نے، تو کہہ سب خوبی اللہ تعالیٰ کو ہے۔ پر بہت لوگ نہیں سمجھتے۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ مشرکین عرب آسمان سے مینہ برسانے والا اور اس کے ذریعہ سے خشک اور مردہ زمین کو سرسبز اور شاداب کرنے والا بھی خدا تعالیٰ ہی کو مانتے تھے۔

(۵) قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ

تو پوچھ کون روزی دیتا ہے تم کو آسمان سے اور زمین سے یا کون مالک ہے کان اور آنکھوں

---

[1] حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ مشرکین عرب کو اس امر کا اعتراف تھا کہ تمام کائنات کے پیدا کرنے اور سب بڑے کاموں کی تدبیر کرنے میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں اور وہ اس میں منفرد ہے۔ (حجۃ اللہ البالغۃ ج ۱ ص ۶۳) اور نیز لکھتے ہیں کہ عرش اور آسمانوں زمینوں اور تمام جواہر کے پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ ہی منفرد ہے عرب کے مشرک، یہود اور نصاریٰ اس کے مقر تھے۔ (ایضاً ج ۱ ص ۵۹)

وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝

کا، اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے، اور کون نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے اور کون تدبیر کرتا ہے کاموں کی؟ تو وہ بول اٹھیں گے کہ اللہ تو تو کہہ پھر ڈرتے نہیں ہو، سو یہ اللہ ہے، رب تمہارا سچا، پھر کیا رہ گیا سچ کے پیچھے مگر گمراہی سو کہاں سے لوٹے جاتے ہو۔

(پ ۱۱، یونس، ع ۴)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ مشرکین عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ آسمان سے جو بارش نازل ہوتی ہے، اور سورج کی حرارت سے جو زمین کے مولد پر پہنچ کر اناج پیدا ہوتا ہے اور پھر انسان کو محیّر العقول طریقہ سے کان اور آنکھیں ملی ہیں، اور زندہ انسان سے جو نطفہ پیدا ہوتا ہے، مادہ جانور سے جو انڈا پیدا ہوتا ہے، عالم سے جاہل اور نبی سے کافر پیدا ہوتا ہے۔ اور اسی طرح جو نطفہ سے انسان اور انڈے سے جانور اور جاہل سے عالم، اور کافر سے نبی پیدا ہوتا ہے، بلکہ تمام جہان میں جو کام بنتے اور بگڑتے ہیں۔ اور ذرہ ذرہ میں جو انقلابات پیدا ہوتے ہیں۔ دنیا میں بیماری، تندرستی، صحت اور غنیٰ، عزت اور ذلت، بادشاہی اور گدائی، تخت یا تختہ، غرضیکہ جو کچھ بھی کسی کو ملتا ہے یا اس سے سلب ہوتا ہے۔ تو یہ سارے کام خدا تعالیٰ ہی کرتا ہے اور وہی مدبر امر ہے۔ مگر ایسا یقین رکھنے کے باوجود وہ مشرک تھے۔

(۶) قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ

تو کہہ کس کی ہے زمین اور جو کوئی اس میں ہے، بتاؤ اگر تم جانتے ہو؟ اب کہیں گے سب کچھ اللہ کا ہے، تو کہہ، کہ پھر تم سوچتے نہیں۔ تو کہہ کون مالک ہے ساتوں آسمان

سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰہِ ط قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ہ قُلْ مَنْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّھُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْہِ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ہ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰہِ ط قُلْ فَاَنّٰی تُسْحَرُوْنَ ہ

(پ ۱۸، مومنون ع ۵)

کا اور مالک بڑے عرش (تخت) کا؟ اب بتائیں گے اللہ کو، تو کہہ پھر تم ڈرتے نہیں تو کہہ کس کے ہاتھ میں ہے اختیار ہر چیز کا اور وہ بچا لیتا ہے اور اس سے کوئی بچا نہیں سکتا۔ بتاؤ اگر تم جانتے ہو؟ اب بتائیں گے اللہ کو، تو کہہ پھر کہاں سے تم پر جادو آ پڑتا ہے۔

ان آیات سے روزِ روشن کی طرح یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ مشرکینِ عرب زمینوں کا، ان پر بسنے والی تمام مخلوق کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی کو مانتے تھے بلکہ سات آسمانوں کا اور عرش عظیم کا مالک بھی صرف اور صرف خدا تعالیٰ ہی کو تسلیم کرتے تھے۔ بڑے لطف کی بات یہ ہے کہ ساری چیزوں کا اختیار رکھنے والا بھی وہ محض اللہ تعالیٰ کی ذات ہی کو مانتے تھے، اور مصائب سے بچانے والا اور ایسی تکالیف میں مبتلا کرنے والا کہ ان سے کوئی بھی کسی کو نہ بچا سکے۔ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو تسلیم کرتے تھے مگر اس کے باوجود وہ مشرک تھے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کیوں مشرک تھے؟ کیا خرابی تھی ان میں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دونوں نے ان کو مشرک کہا؟ ان کے شرک کی وجہ، سبب اور علت کیا تھی؟ سو یہ بات اچھی طرح سے قابلِ غور ہے

قارئینِ کرام! مشرکینِ عرب کے شرک کی وجہ ضرور تلاش کرنا ہوگی کہ وہ کیوں اور کس وجہ سے مشرک ہوئے۔ ان کے شرک کی اصل وجہ تو باب دہم میں بیان ہوگی مگر اس سے قبل اس مسئلہ کو واضح اور اقرب الی الذہن کرنے کیلئے چند اہم اور ضروری امور عرض کرنے مناسب معلوم ہوتے ہیں جو باب ہشتم اور نہم میں پیش کئے جاتے ہیں۔

باب ہشتم

بعض لوگ مشرکینِ عرب کے جزوی نقائص اور عیوب بیان کرکے ان کو ان کے شرک کے لیے کافی دلیل سمجھ لیتے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ واقعی دوسری اقوام کی طرح ان (مشرکینِ عرب) کو بھی انسانی کمزوریوں سے دوچار ہونا پڑا۔ لیکن یہ خرابیاں ان کے شرک کا سبب اور علت نہیں ہو سکتیں۔ دوسری طرف ان میں ایسی خوبیاں بھی موجود تھیں جن کی نہ یہ کہ صرف اسلام نے اجازت ہی دی ہے بلکہ ان کی تحسین بھی کی ہے۔ اختصاراً ان کی بعض خوبیوں کا ذکر کیا جاتا ہے تاکہ آپ کے لیے حقیقی اور اصل شرک کی تہ تک پہنچنا آسان ہو جائے۔

اس سے پہلے مشرکین کا حاجیوں کو پانی پلانا، مسجدِ حرام تعمیر کرنا، حج کرنا، غلام آزاد کرنا اور روزہ رکھنا وغیرہ مذکور ہو چکا ہے۔

مشرکین اور نماز یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ تمام مشرک باقاعدہ جماعتی رنگ میں نماز پڑھا کرتے تھے لیکن قرآن کریم، احادیث اور تاریخ عرب سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مشرکین میں نماز کا تصور موجود تھا اور وہ پڑھتے بھی تھے:-

(۱) اللہ تعالیٰ نے سورۃ ماعون میں ارشاد فرمایا ہے:-

فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ

پھر خرابی ہے ان نمازیوں کی جو اپنی نماز سے

عَنْ صَلَاتِہِمْ سَاھُوْنَ (پ ۳۰، ماعون) بے خبر ہیں۔

اگر یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہوتی، تو یہ سمجھا جاتا کہ منافقوں کی تردید کی گئی ہے۔ لیکن اس سورۃ کا نزول مکہ معظمہ میں ہوا ہے اور مکہ مکرمہ میں یا خالص مسلمان تھے یا خالص کافر اور مشرک، وہاں منافق موجود ہی نہ تھے اور خالص مسلمانوں (خصوصاً سابقین اولین) کی نماز تو ایسی نہ تھی جس کی اللہ تعالیٰ وَیْلٌ کے جملہ سے تردید فرماتا۔ اس لیے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ مشرکین مکہ میں کچھ لوگ ایسے تھے جو کسی رنگ میں نماز پڑھتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے انکی نماز میں غفلت کی تردید بیان کی ہے۔

(۲) حضرت ابوذرؓ ایام جاہلیت میں یعنی اسلام لانے سے قبل نماز پڑھا کرتے تھے (مسلم ۲ ص ۲۹۶ و مستدرک ۳ ص ۳۴۱) بلکہ مسلم میں تو یہ الفاظ بھی موجود ہیں۔ کہ عشاء کی نماز پڑھتے تھے اور ﷲ محض خدا تعالیٰ کے لیے۔ حضرت ابوبکرؓ نے دریافت کیا۔ اے ابوذرؓ! جاہلیت کے زمانہ میں تم کچھ عبادت بھی کیا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا۔ میں کڑکتی دھوپ میں کھڑا ہو کر (فلا ازال مصلیا حتی یوذینی حرھا فاخر) نماز پڑھا کرتا تھا حتیٰ کہ مجھے دھوپ تکلیف دیتی تھی اور میں گر جایا کرتا تھا۔

حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا، کس طرف منہ کرتے تھے؟

حضرت ابوذرؓ نے کہا: جدھر خدا تعالیٰ پھیر دیتا تھا پھر جاتا تھا۔ (حتی ادخل اللہ علی الاسلام (مستدرک ۳ ص ۳۴۲ وقال الذھبی اسنادہ صالح) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوذرؓ زمانۂ جاہلیت میں بھی نماز پڑھا کرتے تھے اور پھر محض اللہ تعالیٰ کے لیے۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم طلوعِ آفتاب کے وقت نماز نہ پڑھا کرو کیونکہ ھی ساعۃ صلوٰۃ الکفار (وہ کافروں کی نماز کا

وقت ہے (نسائی ج ۱ ص ۶۶)

علامہ ابن اثیرؒ (کامل ج ۲ ص ۲۱ میں) لکھتے ہیں کہ مشرکین مکہ چاشت کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ (سیرت النبی، شبلی ج ۱ ص ۱۹۲)

(۴) ایک جاہلی شاعر جبران العود کہتا ہے ؎

وَاَدْرَکْنَ اَعْجَازاً مِنَ اللَّیْلِ بَعْدَ مَا
اَقَامَ الصَّلٰوۃَ الْعَابِدُ الْمُتَحَنِّفُ (لسان العرب)

(سواریوں نے رات کے آخری حصہ کو پالیا جب کہ عابد و دیندار اپنی نماز ادا کر چکا) اس شعر سے بھی معلوم ہوا کہ زمانۂ جاہلیت میں نماز کا تصور موجود تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں:۔ وکانت فیھم الصلوٰۃ کہ مشرکین عرب میں نماز کا دستور موجود تھا۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۲۷)

زکوٰۃ اور مشرکین عرب

اہلِ جاہلیت جانوروں اور زمین کی پیداوار میں زکوٰۃ کے بھی قائل تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰہِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِیْبًا فَقَالُوْا ھٰذَا لِلّٰہِ بِزَعْمِہِمْ وَھٰذَا لِشُرَکَآئِنَا (پ ۸، انعام، ع ۱۶)

اور ٹھہراتے ہیں اللہ تعالیٰ کا اُس کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور مواشی میں ایک حصہ پھر کہتے ہیں، یہ اللہ کا حصہ ہے، اپنے خیال میں اور یہ ہمارے شریکوں کا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اہلِ جاہلیت زمین کی پیداوار اور جانوروں سے اللہ تعالیٰ کے لیے ایک حصہ مقرر کرتے تھے۔ اور اس کے ساتھ غیروں کے لیے بھی وہ حصہ مقرر کرتے تھے۔ لیکن بزعم خود مسلمانوں میں بھی آج کل اس کی کمی نہیں ہے۔ زکوٰۃ بھی دیتے ہیں اور گیارھویں اور بزرگوں کے نذرانے بھی ادا کرتے رہتے ہیں

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں: وَكَانَتْ فِيهِمُ الزَّكٰوةُ یعنی مشرکین عرب زکوٰۃ کے بھی قائل تھے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۲۷)

عقیقہ اور مشرکین

مشرکین شرک کی حالت میں بچوں کا عقیقہ بھی کیا کرتے تھے۔ (مستدرک ج ۴ ص ۲۳۸۔ قال الحاکم والذہبی صحیح)

عمرہ بھی کرتے تھے

چنانچہ حضرت ثمامہؓ بن اُثال نے حالتِ کفر میں عمرہ کا احرام باندھا تھا، اور اسلام لانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے انہوں نے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا۔ عمرہ پورا کرو۔ (نسائی ا ص ۲۳)

اعتکاف بھی بیٹھا کرتے تھے

چنانچہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: میں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میں نے ایامِ جاہلیت میں اعتکاف کی نذر مانی تھی کہ میں مسجد میں اعتکاف بیٹھوں گا، لیکن بیٹھ نہیں سکا۔ آپ نے فرمایا۔ نذر پوری کرو۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۷۲ و مسلم ۲ ص ۵۰)

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ وہ مسجد میں اعتکاف بیٹھا کرتے تھے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۲۷)

جنابت کا غسل بھی کیا کرتے تھے

چنانچہ جنگ بدر میں جب مشرکین کو شکست ہوئی تو حضرت ابوسفیانؓ نے جب کہ وہ اسلام نہ لائے تھے، یہ منت مانی تھی کہ ہم اپنے مقتولین کا جب تک بدلہ نہ لیں گے، میں جنابت کا غسل نہ کروں گا۔ (سیرت النبی شبلی ج ۱ ص ۳۲۷)

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ غسل جنابت، ختنہ اور دیگر خصائل فطرت پر وہ کاربند تھے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ا ص ۱۲۷)

اور خطیب قسطلانیؒ لکھتے ہیں کہ وہ بیت اللہ کا حج اور ختنہ اور غسل جنابت کیا کرتے تھے۔ (مواہب لدنیہ ج ۲ ص ۸۹)

خطوط کی ابتدا میں بھی بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھا کرتے تھے (بخاری ص ۳۷۹ ج ۱ و سیرت النبی شبلیؒ ص ۴۱۲)، حافظ ابن کثیرؒ نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔ (البدایہ ج ۳ ص ۹۷) بلکہ جو کتبات عہد قدیم کے آجکل برآمد ہوتے ہیں، ان میں بعض پر بسم اللہ وغیرہ الفاظ نمایاں طور پر لکھے پائے جاتے ہیں۔ ایک کتبہ پر یہ لکھا ہوا تھا:-

"بسم اللہ هذا اماناه شمر يرعش لبيدة الشمس (ترجمہ: خدا تعالیٰ کے نام سے یہ وہ یادگار ہے، جو شمر یرعش نے سورج دیبی کے لیے بنائی ہے (ملوک الارض حمزہ اصفہانی مطبع کلکتہ)

مشرکین ختنہ بھی کیا کرتے تھے

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ان میں ختنہ کا رواج بھی تھا۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۲۶ و نحوہ فی ارض قرآن ۲ ص ۲۲۲)

مُردوں کو قبروں میں دفن کرتے تھے

چنانچہ بخاری ج ۱ ص ۶۱ میں روایت ہے کہ جہاں مسجد نبوی کی تعمیر ہوئی وہاں مشرکین کی قبریں تھیں، جن کو اکھاڑا گیا تھا۔

نکاح کا یہ صحیح اور مروج طریقہ بھی ان میں رائج تھا۔ (بخاری ۲ ص ۷۶۹)

مشرکین سر کے بالوں میں مانگ بھی نکالا کرتے تھے

ملاحظہ ہو مسلم ج ۲ ص ۲۵۷ و مشکوٰۃ ص ۳۸۰۔

اسلام نے سلام کہنے کا جو طریقہ بتلایا ہے اس کا ثبوت بھی اہل جاہلیت سے ملتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوذرؓ جب اسلام لانے کی غرض سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس میں[1]

[1] ممکن ہے کہ حضرت ابوذرؓ اسلام کے طریق سلام سے پہلے واقف ہو چکے ہوں اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اسلامی سلام ہی عرض کیا ہو۔ بظاہر یار سول اللہ کا جملہ اسکا مرتبہ معلوم ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ)

حاضر ہوئے تو السلام علیک یا رسول اللہ کہا (مسلم ۲ ص ۲۹۶) ایامِ جاہلیت کے شعراء کے کلام میں کثرت سے سلام کا رواج پایا جاتا ہے۔

اہلِ جاہلیت زیرِ ناف بال دُور کرتے تھے اور وہ بغل کے بال بھی صاف کرتے اور ناخن بھی کٹواتے تھے

وعلیٰ ہذا القیاس خصائلِ فطرت کی بہت سی چیزوں پر کاربند تھے۔ (حاشیہ حجۃ البالغہ ا ص ۱۳۱ طبع بریلی) اور حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ وہ خصائلِ فطرت کے پابند تھے (حجۃ اللہ البالغہ ج ا ص ۱۳۶)

حکیمؓ بن حزام نے زمانۂ جاہلیت میں سو غلام آزاد کیے تھے۔ اور سو اونٹ محتاج لوگوں میں تقسیم کیے تھے۔ وساق فی الجاہلیۃ مائۃ بدنۃ اور سو بدنہ چلایا تھا۔ (اونٹ اور گائے وغیرہ کا مکہ مکرمہ میں قربانی کرنا شریعت میں بدنہ کہلاتا ہے۔ چنانچہ قرشیؒ لکھتے ہیں بدنۃ شتر وگاؤ قربانی کہ بمکہ قربانی کنند۔ صراح ص ۹۳)

عمرو بن لحی جس نے عرب میں شرک کی ترویج و اشاعت کی تھی، بسا اوقات ایامِ حج میں دس ہزار اونٹ ذبح کرتا تھا، اور دس ہزار سوٹ سالانہ مستحق لوگوں کو پہناتا تھا، گھی اور شہد ڈال کر عمدہ قسم کا حلوہ لوگوں کو کھلایا کرتا تھا اور ستو گھول گھول کر پلایا کرتا تھا۔ (البدایہ والنہایہ ۲ ص ۱۸۷)

اہلِ جاہلیت میں شریف خاندان کی عورتیں زنا کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتی تھیں، چنانچہ جب حضرت ہندہؓ اسلام لانے کی غرض سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپؐ نے چند شرائط بتلائیں۔ ایک شرط یہ بھی کہ زنا نہ کرنا۔ حضرت ہندہؓ نے جواب دیا:۔

أَوَتَزْنِي الْحُرَّةُ؟ لَقَدْ كُنَّا نَسْتَحِي مِنْ ذَالِكَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَكَيْفَ

کیا شریف عورتیں بھی زنا کرتی ہیں؟ ہم تو زمانہ جاہلیت میں بھی زنا سے شرم کرتی تھیں۔

فِي الْإِسْلَامِ (المستدرک ۴ ص ۲۶۶ والبدایہ ج ۴ ص ۳۱۹ وکتاب الاعتبار ص ۲۲۵)

تو اسلام میں ہم اس کا کیسے ارتکاب کر سکتی ہیں؟

زمانۂ جاہلیت میں لوگوں کے نام عبد اللہ وغیرہ بھی ہوتے تھے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والد ماجد کا نام عبد اللہ تھا۔ عبد اللہ بن جدعان نامی ایک کافر تھا۔ (مسلم ا ص ۱۱۵ و ابو عوانہ ا ص ۱۰۰)

حضرت ابوبکرؓ کا نام زمانۂ جاہلیت میں عبد اللہ رکھا گیا تھا۔ (مستدرک ج ۳ ص ۲۷۷)۔ حضرت حارثؓ بن ہشام کے پردادا کا نام (جنھوں نے اسلام کا زمانہ ہی نہیں پایا تھا) عبد اللہ تھا۔ (مستدرک ۳ ص ۲۷۷)

حضرت جابرؓ کے والد کا نام بھی عبد اللہؓ تھا جو مسلمان ہو کر ۳ھ میں مقامِ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ ذبح اور نحر کا صحیح طریقہ بھی ان میں رائج تھا۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ا ص ۱۲۷)

اس کے علاوہ بھی مشرکین میں کئی ایک عمدہ خصلتیں[1] موجود تھیں:۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب نبوت اور رسالت عطا ہوئی تو آپؐ نے حضرت خدیجہؓ کے سامنے اس کا ذکر کیا اور فرمانے لگے کہ مجھے اپنی جان پر خوف محسوس ہوتا ہے۔ اس کے جواب میں حضرت خدیجہؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی غمزدہ نہ کرے گا، اس لیے کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، عیالدار لوگوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں، محتاج لوگوں کی اعانت کرتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور مصیبتوں میں لوگوں کے کام آتے ہیں۔ (بخاری ا ص ۳)

---

[1] مہمان نوازی، مسافروں کی خدمت، صدقہ و خیرات، صلہ رحمی اور کمزوروں کی امداد و اعانت کا جذبہ بدرجۂ اتم ان میں موجود تھا۔ اور ان اوصاف کو وہ انسان کی سعادت اور کمال کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ا ص ۱۲۷)

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں ان چیزوں کی کیسی قدر کی جاتی تھی۔

حضرت ابوبکرؓ جب اہلِ مکہ کی اسلام دشمنی سے تنگ آکر حبشہ جانے لگے تو برک غماد کے مقام پر ابن دغنہ ملا جو رؤسائے مکہ سے تھا، کہنے لگا۔ اے ابوبکرؓ! کہاں؟ فرمایا جہاں خدا تعالیٰ کی عبادت کھُل کر کر سکوں۔ ابن دُغنہ نے کہا۔ آپ جیسا آدمی مکہ سے نہیں جا سکتا۔ کیونکہ آپ فقیروں کو مال دیتے، صلہ رحمی کرتے ہیں۔ عیالدار لوگوں کے بوجھ ہلکے کرتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں۔ اور مصیبت زدہ لوگوں کے کام آتے ہیں۔ چنانچہ ابن دغنہ کافر حضرت ابوبکرؓ کو اپنی ذمہ داری پر واپس مکہ لے آیا۔ (بخاری ا ص ۵۵۲)

اسی طرح عبداللہ بن جدعان ایک کافر تھا۔ حضرت عائشہؓ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ وہ جاہلیت میں مہمان نوازی اور صلہ رحمی کیا کرتا تھا اور ناحق گرفتار شدہ قیدیوں کی اعانت کرکے ان کو چھڑاتا تھا، پڑوس کے حق میں بہت ہی اچھا تھا، اور غریبوں کو کھانا کھلایا کرتا تھا۔ کیا یہ کام اس کے لیے مفید ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آتا تو اس کے لیے یہ کام مفید ہو سکتے تھے۔ (اَوْ کما قال) (ابو عوانہ ا ص [illegible] اور مسلم ا ص ۱۱۵ میں صرف یصل الرحم اور یطعم المسکین کے الفاظ موجود ہیں)۔

الغرض بہت سے نیک اور اچھے کام مشرکینِ مکہ کیا کرتے تھے نیز فرشتوں[1] پر بھی وہ ایمان رکھتے تھے۔ یہ اور بات ہے کہ زمانۂ حال کے بعض جہلاء کی طرح جنہوں

۱؎ ان کا اعتقاد تھا کہ خدا تعالیٰ کی ایک مقرب اور برگزیدہ مخلوق ہے جن کو ملائکہ کہا جاتا ہے جہاں اور جس کام پر ان کو مامور کیا گیا ہے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے، کھانے پینے، پیشاب پاخانہ اور نکاح وغیرہ سے بالکل پاک ہیں۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۲۵)

نے پیغمبروں کو خدا تعالیٰ کے ازلی نور سے تسلیم کرنے اور ان کی بشریت سے انکار کرنے کی تعلیم رائج کر دی ہے۔ اُس وقت بھی فرشتوں کو خدا تعالیٰ کی بیٹیاں کہنے والے موجود تھے، لیکن نفس ملائکہ کو تسلیم کرتے تھے، بلکہ کراماً کاتبین[1] کے بھی قائل تھے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب نے صنعاء کے ایک باشندہ کو قرض دے کر جو تحریر اس سے لکھوائی تھی۔ اس میں یہ مذکور تھا۔ اس پر خدا اور اس کے دو فرشتے گواہ ہیں۔ (سیرت النبی، شبلی ا ص [illegible] بحوالہ فہرست ابن ندیمؒ)

ناظرین:- اگر مشرکین عرب کے شرک کی وجہ نری اخلاقی کمزوری ہی ہوتی جیسا کہ سمجھ لیا گیا ہے۔ تو ایک تو اخلاقی کمزوری پر شرک کا اطلاق لغت کے لحاظ سے چنداں زیب نہیں دیتا۔ دوسرے آپ پڑھ چکے ہیں کہ ان میں بہت سی خوبیاں بھی تھیں۔ لیکن یہ جو فی نفسہٖ ہر ایک چیز عبادت اور کارِ خیر تھی مشرکین کے لیے مفید ثابت نہ ہو سکی۔ کیوں؟ اس لیے کہ وہ ایمان سے محروم تھے اور باوجود ان خوبیوں کے وہ مشرک تھے۔

تصویر کا دوسرا رُخ

یہاں تک تو آپ نے تصویر کا صرف ایک ہی رُخ دیکھا ہے۔ اب دوسرا رُخ بھی دیکھیں کہ مشرکین عرب اگر مندرجہ ذیل احکامِ اسلام کے انکار کی وجہ سے مشرک قرار پاتے تھے تو ان احکام کا ابھی تک نزول ہی نہیں ہوا تھا اور وہ باوجود اس کے مشرک تھے۔ مثلاً جہاد کی فرضیت ۲ھ میں ہوئی۔ اور اسی سال رمضان کے روزے بھی فرض ہوئے۔ صدقۂ فطر اور نمازِ عید وغیرہ کا حکم بھی اسی سال ہوا۔[2]

۱؎ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں:- کانوا یقولون بالحفظۃ کہ اہلِ جاہلیت کراماً کاتبین کے قائل تھے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۲۶)

۲؎ والبدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۵۹ لحافظ ابن کثیرؒ۔

(سیرت النبی ج ۱ ص ۲۳۹)

وراثت کا حکم اور نیز مسلمان مرد کا کافر عورت سے اور مشرک عورت کا مسلمان مرد سے نکاح کا حرام ہونا وغیرہ ۳ھ کو نازل ہوئے۔ (سیرت النبی ج ۱ ص ۲۵۶)

صلوٰۃ کسوف ۱۰ھ کو پڑھی گئی، جس سال آپ کے فرزند حضرت ابراہیمؓ کی وفات ہوئی۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۴۲ و مسلم ج ۱ ص ۲۹۷ و ابوعوانہ ج ۲ ص ۳۷۱) اور ان کی وفات ۲۹ شوال ۱۰ھ کو ہوئی تھی۔ (فتح الملہم ج ۲ ص ۴۵۲) اور سود کی حرمت بھی ۱۰ھ کو بیان کی گئی۔ (سیرت النبی ج ۱ ص ۵۱۸)

شراب کی حرمت ۳ھ کے بعد ہوئی، جمعہ کی نماز ۱ھ کو مدینہ میں نازل ہوئی۔ (طبری ص ۱۲۵۶)

حضرت خدیجہؓ کی وفات ۱۰ھ نبوت میں واقع ہوئی اور ان کو بلا نماز جنازہ دفن کیا گیا۔ کیونکہ ابھی تک نمازِ جنازہ کا حکم ہی نازل نہ ہوا تھا۔ (سیرت ج ۱ ص ۲۳۶ بحوالہ طبقات ابن سعد) بلکہ پانچ نمازیں بھی شبِ معراج میں فرض ہوئی ہیں اس میں اختلاف[1] ہے کہ معراج کس سن میں واقع ہوئی۔ بعض محدثین اور مؤرخین ۵ھ نبوت میں معراج تسلیم کرتے ہیں اور حافظ ابن حجرؒ اور امام نوویؒ ۹ھ میں مانتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۱۵۵ و نووی ج ۱ ص ۹۱)

اور پانچ نمازیں بھی ابتداء میں دو رکعت سے زائد نہ تھیں۔ جب مدینہ

---

[1] صحیح تحقیق یہ ہے کہ معراج ۱۰ھ نبوت کے بعد ہوئی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ امام نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۹۱ میں نقل کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۴۹ سال ۸ ماہ اور ۱۱ دن کی ہوئی تو ابوطالب کی وفات واقع ہوئی۔ اور تین دن بعد حضرت خدیجہؓ کی وفات ہوئی تو اس لحاظ سے وفات حضرت خدیجہ رضی ۱۰ھ نبوت کو ٹھہری۔ اور ابوداؤد میں موجود ہے:- وقد کانت خدیجۃ قد توفیت قبل ان تفرض الصلوٰۃ (ابوداؤد ج ۱ ص ۲۸۳) کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات فرضیتِ نماز سے قبل واقع ہوئی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ

طیبہ کی طرف ہجرت ہوئی تو اس وقت بجائے دو کے اقامت میں چار رکعتیں، اور سفر میں دو ہی رکعتیں باقی رکھی گئیں (نسائی ج ۱ ص ۵۳)

اذان کا حکم بھی مدینہ طیبہ میں ہوا تھا۔ (مسلم ج ۱، ص ۱۶۴)

زکوٰۃ اگرچہ مکہ میں فرض ہو چکی تھی۔ لیکن زکوٰۃ کا نصاب مدینہ طیبہ میں مقرر کیا گیا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۴۳۹)

حج کی فرضیت بھی بعض کے نزدیک ۶ھ میں اور بعض کے نزدیک ۹ھ میں ہوئی۔ وہو الصحیح (زاد المعاد ج ۱ ص ۱۸۰)

اب آپ احکامِ اسلام کا اجمالی خاکہ پڑھ چکے۔ مگر یقین جانئے کہ ان میں سے کسی ایک چیز کے ترک کی وجہ سے مشرکین پر شرک کا فتویٰ نہیں لگ سکتا کیونکہ ابھی تک یہ چیزیں تو نازل ہی نہیں ہوئی تھیں۔ حالانکہ مومن مومن تھے اور مشرک مشرک۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ شرک کی علت ان احکام کا ترک کرنا بھی نہیں، بلکہ مشرکین کے شرک کی وجہ اور سبب کچھ اور ہی تھا۔ جس کی وجہ سے وہ مشرک تھے اور اہلِ ایمان کے مومن ہونے کی وجہ بھی کچھ اور ہی تھی کہ وہ ان احکام کو نہ کرتے ہوئے بھی مومن تھے۔ شرک کی علت اور وجہ تلاش کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ کلمہ گو مشرکین نے عوام الناس کو صرف سطحی قسم کی باتوں میں الجھا رکھا ہے کبھی تو وہ یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ شرک بتوں کی پوجا کا نام ہے حالانکہ اسی پیشِ نظر کتاب میں اصنام و اوثان کی باحوالہ بحث موجود ہے کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟ اور کبھی یہ شوشہ چھوڑتے ہیں کہ مشرکین غیر اللہ میں ذاتی اختیارات مانتے تھے حالانکہ یہ بھی بالکل غلط ہے جیسا کہ اسی کتاب میں اس کی تصریح موجود ہے اور کبھی یہ کہتے ہیں کہ مشرکین آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت اور مقام و احترام کے قائل نہ تھے اور اسی واسطے آپ کو نبی نہیں مانتے تھے لیکن باحوالہ گذر چکا ہے کہ یہ بات بھی نہیں غرضیکہ اس قسم کی کئی اور سطحی باتیں کہہ کر عوام الناس کو یہ باور کرانے کے درپے ہیں کہ ہم شرک میں آلودہ نہیں بلکہ دیگر فرقے اس میں مبتلا ہیں اور حقیقت میں وہ شرک کے دلدل میں پھنسے

ہوتے ہیں مشرکین مکہ اُس شرک سے بڑھ کر ہرگز کوئی اور شرک نہیں کرتے تھے جس کو آج کے بعض کلمہ گو کر رہے ہیں اور جس کے اثبات پر پورا زور صرف کیا جاتا ہے اور اس کے لیے خود ساختہ اور تار عنکبوت دلائل پیش کیے جاتے ہیں اور یہ تو دنیا کا طریقہ ہے کہ خاموش کوئی بھی نہیں رہتا ہر آدمی کوئی نہ کوئی دلیل پیش کیا کرتا ہے اگرچہ سمجھدار لوگ اس سے متاثر نہیں ہوتے مگر کم علم اور وہم پرست ایسے بے بنیاد شبہات کا اکثر شکار ہو جاتے ہیں ایک کہاوت ہے کہ ایک مرتبہ چھوٹا سا جانور پدی (جس کے متعلق مشہور ہے کیا پدی اور کیا پدی کا شوربا) زمین پر بیٹھ گیا وہاں گھاس تھا اور دھاگے اس میں اُلجھے ہوئے تھے پدی کی ٹانگ دھاگے سے لپٹ کر گھاس سے اُلجھ گئی پدی نے بڑا زور مارا مگر نکلنا اس کے بس کی بات نہ تھی کسی اور جانور نے پوچھا پدی کیا بات ہے؟ پدی نے کہا کہ میں زمین تول رہی ہوں عجیب بات ہے کہ دھاگے اور گھاس کے تنکے سے ٹانگ تو چھڑا نہ سکی مگر بات یہ بنا ڈالی کہ میں زمین تولنے کے درپے ہوں اللہ تعالیٰ ہر آدمی کو سمجھ کی توفیق نصیب فرمائے ورنہ ؎

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف

باب نہم

ممکن ہے کسی کو غلط فہمی ہو کر وہ لوگ اس لیے مشرک تھے کہ اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے، مگر یہ ان کے شرک کی وجہ نہیں۔ اگرچہ بعض قبائل میں یہ بے رحمانہ فعل ضرور موجود تھا لیکن سارے عرب میں یہ بُرائی نہ تھی۔ اس کی ایک دلیل تو یہ ہے کہ اگر ساری ہی لڑکیاں زندہ درگور کی جاتی تھیں تو عرب میں عورتیں کہاں سے آتی تھیں؟ اور نسل انسانی کس طرح پھلتی پھولتی تھی؟ دوسری دلیل یہ ہے کہ عرب میں ایسے قبائل بھی تھے جو ایسی لڑکیوں کو جن کے والدین ان کو زندہ درگور کرنے پر تلے ہوئے تھے، سُرخ رنگ کی بیش قیمت اُونٹنیاں دے کر خرید لیتے اور ان کی جان بخشی کراتے تھے۔ چنانچہ اشراف بنو تمیم کا یہ مستحسن فعل ہمیشہ یادگار رہے گا۔ (محاضرات علامہ خضریؒ ص ۳۱)

حالانکہ وہ لوگ بھی جو لڑکیوں کو زندہ درگور نہیں کرتے تھے بلکہ ان کو خرید کر ان کی حفاظت کرتے تھے، وہ بھی مشرک تھے۔ اگر لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا ہی شرک ہوتا تو ایسے لوگ یقیناً مشرک نہ کہلاتے۔ حالانکہ معاملہ بالکل عیاں ہے۔ علاوہ بریں اس فعل قبیح پر لغتہً شرک کا اطلاق بھی نہیں ہو سکتا۔

کیا مشرکین عرب جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت[1] اور قرآن کریم کے انکار کی وجہ سے مشرک تھے؟ لیکن ان کے شرک کی یہ وجہ بھی نہیں تھی اس لیے کہ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن کریم کے انکار سے ان کے کفر اور سرکشی میں مزید اضافہ ہوا لیکن نفس شرک آپ کی رسالت اور قرآن کریم کے

---

[1] حضرت شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ:

وکان اھل الجاھلیۃ فی زمان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسلمون جواز بعثۃ الانبیاء (حجۃ اللہ البالغۃ ص ۱۲۵)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ کے مشرک اور اہل جاہلیت بعثت انبیاء کے جواز کو تسلیم کرتے تھے۔

اور لکھتے ہیں کہ وہ اس بات کو بھی تسلیم کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو انکی اپنی مرضی پر نہیں چھوڑا بلکہ ان کے لیے حلال اور حرام کے قوانین نافذ کیے ہیں اور یہ بھی مانتے تھے کہ محاسبۂ اعمال بھی ضروری ہے۔ نیکی کا صلہ نیکی اور بدی کا بدی ہے۔ (حجۃ اللہ البالغۃ ج ۱ ص ۱۲۵)

نیز لکھتے ہیں کہ اہل جاہلیت اس کو تسلیم کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل وکرم سے (بلا جبر واکراہ) اپنے بندوں کی اصلاح کے لیے:

ورجلا منھم فیلقی وحیہ الیہ و ینزل الملک علیہ وانہ یفرض طاعتہ علیھم فلا یجدون منھا بدا ولا یستطیعون دونہا محیصا (حجۃ اللہ البالغۃ ج ۱ ص [illegible])

انہیں میں سے ایک آدمی کو بھیجتا ہے اور اسکی طرف اپنے فرشتے کے ذریعے وحی بھیجتا ہے اور ان لوگوں پر اسکی اطاعت فرض کرتا ہے، وہ اسکی اطاعت کے بغیر کوئی چارہ نہیں پاتے اور انکے لیے رسول کی اطاعت سے نکلنے کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔

رسالت اور نبوت کو تسلیم کرنے کے لیے اس سے بڑھ کر اور کون سا صحیح نظریہ قائم ہو سکتا ہے؟ ہاں یہ بات الگ ہے کہ انہوں نے رسول اور نبی کے لیے مافوق البشر طاقتوں کو ان کے عہدہ رسالت میں شامل کر دیا تھا لیکن آج کل کے مسلمانوں میں بھی اس کی کوئی کمی نہیں ہے۔ ع

ابتداء وہ تھی انتہاء یہ ہے۔

[ک]ی وجہ سے نہ تھا بلکہ اس کا سبب کچھ اور ہی ماننا پڑے گا۔

آپ ہی بتلائیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب قوم عرب کی طرف براہ راست اور بلا واسطہ مبعوث ہوئے تو کیا وہ لوگ مشرک نہ تھے؟ یقیناً اہل عرب شرک کی دلدل میں پھنسا ہوا تھا۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کی اصلاح کے لیے بھیجا تھا۔ یہ چیز بھی آپ کو معلوم ہوگی کہ جب آپ کی عمر مبارک چالیس سال کی ہوئی تو آپ کو نبوت عطا ہوئی اور پیر کا دن تھا۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر سوموار کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ آپ سے پوچھا گیا آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسی دن میری ولادت ہوئی ہے اور اسی دن مجھے نبوت ملی ہے۔ لہٰذا اس کے شکریہ پر میں روزہ رکھتا ہوں۔ (مسلم، مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۷۹)

اب پوچھنے کی بات یہ ہے کہ آپ کو نبوت تو سوموار کو عطا ہوئی، اور [اسی] دن سے قرآن کریم بھی نازل ہونا شروع ہوا۔ تو کیا اہل عرب سوموار سے قبل اتوار کو، اور جمعہ کو، ایک مہینہ اور سال قبل بلکہ سارا زمانہ قبل از نبوت مشرک تھے یا نہ تھے؟ اگر آپ ان کو مشرک نہیں مانتے تو یہ فرمائیے کہ قرآن کریم ان کو مشرک کیوں کہتا ہے؟ اور جب وہ مشرک نہ تھے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کن کی اصلاح کے لیے بھیجا گیا تھا؟ اور پھر آپ کو توحید بیان کرنے پر تکلیف کس نے دی تھی؟

اور اگر آپ یہ کہیں کہ وہ لوگ سوموار سے قبل بھی مشرک ہی تھے اور یقیناً وہ مشرک تھے، تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ انہوں نے تو ابھی تک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار نہیں کیا تھا اور نہ ہی قرآن کریم کا انکار کیا تھا۔ کیونکہ نہ ابھی قرآن نازل ہوا، اور نہ ہی آپ کو نبوت ملی۔ اگر نفس شرک آپ کی نبوت کا انکار اور قرآن کریم سے انحراف کرنا ہوتا۔ تو چاہیے تھا کہ وہ لوگ سوموار کے دن کے بعد مشرک کہلاتے، حالانکہ آپ اس بات پر متفق ہوں گے کہ وہ پہلے ہی سے مشرک تھے تو

کچھ اور ہی ہے۔

یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ اہلِ جاہلیت مسئلہ تقدیر کے منکر تھے لہٰذا اس لیے وہ مشرک تھے، کیونکہ وہ تقدیر کو بھی تسلیم کرتے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رح لکھتے ہیں کہ اہلِ جاہلیت ہمیشہ اپنے شعروں اور خطبوں میں تقدیر کا ذکر کرتے آئے ہیں اور شریعت نے اس کی مزید تاکید کی ہے (حجۃ اللہ البالغۃ ۱ ص ۱۲۵)

ع :۔ تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی

باب دہم

قارئین کرام :۔ دُنیا میں جتنے بھی مشرک کسی زمانہ میں گذرے ہیں۔ اُن کا اس پر اتفاق رہا ہے کہ خدا تعالیٰ کی نہ صرف ذات ہی موجود ہے۔ بلکہ وہ زمینوں اور آسمانوں کا خالق اور تمام کائنات ارضی و سماوی کا پیدا کرنے والا بھی ہے اور وہی مدبّرِ امر اور ہر چیز کا اختیار رکھنے والا ہے۔ مگر اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کے نیچے اور اس کے ورے دوسری مخلوق کو بھی الٰہ مانتے تھے، اور ان کی عبادت بھی کرتے تھے لہٰذا وہ مشرک قرار پائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہر پیغمبر کو یہ حکم دیا کہ تم یہ اعلان کر دو کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی بھی الٰہ نہیں۔ جب وہ الٰہ ہی نہیں تو اس کی عبادت کیسے؟

(۱) وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۝ (پ ۱۷، انبیاء، ع ۲)

اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول مگر اس کو یہی حکم بھیجا کہ بات یوں ہے کہ کوئی الٰہ نہیں، مگر میں، سو عبادت بھی میری ہی کرو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قبل جتنے بھی خدا تعالیٰ کے پیغمبر دُنیا میں تشریف لا چکے ہیں ان سب کو خدا تعالیٰ کا یہی حکم ہوتا رہا کہ میرے بغیر کوئی الٰہ نہیں اس لیے عبادت بھی میری ہی ہونی چاہیئے۔

(۲) يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ

خدا اتارتا ہے فرشتوں کو بھید اور وحی دے کر اپنے حکم سے جس پر چاہے اپنے بندوں میں

اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ۔ (پ١٤، نحل، ع١) — کہ خبردار کر دو کہ بے شک کوئی الٰہ نہیں مگر میں، سو مجھ سے ڈرو۔

اس آیت میں بھی ثابت کیا گیا ہے کہ دعوتِ توحید پر تمام پیغمبروں کا اتفاق رہا ہے، چونکہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی اِلٰہ (مختارِ کُل، نافع و ضار) نہیں۔ اس لیے ڈرنا بھی صرف اسی سے چاہیئے۔

(٣) حضرت نوح علیہ السّلام قوم کی اصلاح کی خاطر بھیجے جاتے ہیں، تو وہ آکر فرماتے ہیں:۔

یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ (پ٨، اعراف، ع٨) — اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، تمہارا اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔

(٤) حضرت ہود علیہ السّلام قوم سے فرماتے ہیں:۔

یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ط (پ٨، اعراف، ع٩) — اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، تمہارا اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔

(٥) حضرت صالح علیہ السلام قوم سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ط (پ٨، اعراف، ع١٠) — اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، تمہارا اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔

(٦) اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو کوہِ طور پر نبوت اور رسالت عطا فرمائی تو یہ بھی ارشاد فرمایا:۔

اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ (پ١٦، طٰهٰ، ع١) — بے شک میں جو ہوں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی الٰہ نہیں، سو میری ہی عبادت کرو۔

ان تمام آیات میں اسی چیز کو دہرایا گیا ہے کہ اُلوہیت اور عبادت صرف خدا تعالیٰ کے لیے ہے۔ ان میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

(٧) اللہ تعالیٰ نے حضرت امام الانبیاء، خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کو یوں خطاب فرمایا:۔

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ط (پ٢٦، محمد، ع٢) — سو آپ جان لیجیے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔

(٨) حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ ایک موقعہ پر جناب رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بطورِ علامت مجھے اپنی جوتیاں دے کر یہ فرمایا کہ جس آدمی سے تیری ملاقات ہو، درانحالیکہ وہ صدقِ دل سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی شہادت دیتا ہو تو اس کو جنت کی خوشخبری سنا دینا۔ (مسلم ج ١ ص ٤٥ و ابوعوانہ ج ١ ص ١ و مشکوٰۃ ج ١ ص ١٥)

(٩) حضرت عثمانؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی اس حالت میں وفات ہوگئی کہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی اِلٰہ نہیں تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (مسلم ج ١ ص ٤١ و ابوعوانہ ج ١ ص ٦)

(١٠) حضرت معاذؓ بن جبل فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ط جنت کی کنجی ہے۔ (مسند احمد ج ٥ ص ٢٤٢ و مشکوٰۃ ج ١ ص ١٥)

(١١) حضرت عبادہؓ بن صامت سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وحدہٗ اور ان محمدًا عبدہٗ ورسولہٗ کی شہادت دے گا، اس پر اللہ تعالیٰ نے دوزخ حرام کردی ہے۔ (مسلم ١ ص ٤٣ و مشکوٰۃ ج ١ ص ١٥) یعنی اگر اس نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جو موجبِ نار ہو تو وہ جہنم میں داخل نہ ہوگا۔ اور اگر کوئی ایسا کام اس سے سرزد ہو چکا ہے تو اپنی سزا بھگت کر بالآخر وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اور تابیدِ نار اس کے لیے حرام ہے۔

(١٢) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابوطالب کو نزع کے وقت یہ کہا کہ اے چچا جان! آپ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہ دیں تاکہ میں آپ کے لیے قیامت کے دن شہادت دے سکوں۔ مگر بدبختی کہ اس نے یہ نہ کہا۔ (بخاری ج ٢ ص ٦٨٤ و مسلم ج ١ ص ٤٠ و ابوعوانہ ١ ص ١٣)

(۱۳) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا، اور فرمایا، سب سے پہلا مطالبہ جو تم نے ان سے کرنا ہے وہ یہ ہوگا، شہادۃ ان لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ۔ (مشکوٰۃ ص۱۵۵ متفق علیہ)

(۱۴) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تم اپنا ایمان تازہ کیا کرو۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ وہ کس طرح؟ آپ نے فرمایا، کثرت سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ پڑھا کرو۔ (الترغیب والترہیب ۲ ص۲۳۹)

(۱۵) حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو یہ وصیت کی تھی کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ پر سختی سے کاربند رہنا کیونکہ اگر سات آسمان اور سات زمینیں ترازو کے ایک پلڑے میں رکھی جائیں اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے۔ تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ وزنی ثابت ہوگا۔ (ادب المفرد ص۸۰ والترغیب والترہیب ۲ ص۲۴۰ وقال ابن کثیرؒ اسناد صحیح البدایہ والنہایہ ۱ ص۱۱۴ مستدرک ج ۱ ص۴۹ قال الحاکمؒ والذہبیؒ صحیح) مستدرک وغیرہ کی روایت میں دو بیٹوں کا ذکر ہے اور ادب المفرد میں ایک بیٹے کا ذکر ہے۔

(۱۶) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے باری تعالیٰ! مجھے کوئی دعا بتلائیے جس سے میں آپ کو یاد کیا کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہا کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ اے اللہ تعالیٰ! یہ سب بندے کہتے ہیں میں ایسی دعا چاہتا ہوں، جو صرف میرے لیے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ اے موسیٰ! اگر سات آسمان اور ان میں بسنے والی مخلوق اور سات زمینیں اور جو کچھ اُن میں ہے، ترازو کے ایک پلڑے میں اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا وزن زیادہ ہوگا۔ (مشکوٰۃ ۱ ص۲۰۱ وقال المنذریؒ صححہ الحاکمؒ الترغیب ۲ ص۲۳۹)

(۱۷) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میدانِ محشر میں ایک ایسا مجرم پیش کیا جائے گا جس کے گناہوں اور بدکاریوں سے ننانوے رجسٹر پُر ہوں گے اور دوسری طرف ایک چھوٹے سے پرچے پر کلمہ شہادت لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ لکھا ہوگا۔ جب وزن کیا جائے گا تو کلمہ شہادت بڑھ جائے گا۔ (ابن ماجہ ص۳۲۸ ومشکوٰۃ ۲ ص۴۸۶ والترغیب والترہیب ۲ ص۲۳۱، وقال الحاکم والذہبی صحیح ج ۱ ص۶) یہ وہ شخص ہوگا جس نے نزع سے قبل کلمہ توحید پڑھا ہوگا مگر اس کو عمل کی مہلت نہ مل سکی ہوگی، اس سے وہ کلمہ گو مراد نہیں جس کو زندگی تو ملی مگر اُس نے اوامر و نواہی کی پابندی نہ کی۔

(۱۸) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن اپنے اپنے موقع پر چھوٹے بچے، شہداء، صلحاء، اور فرشتے مجرموں کے لیے سفارش کریں گے

ثم تشفع الانبیاء فی کل من کان یشھد ان لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ (الحدیث، مستدرک ۴ ص۵۸۶)

پھر حضرات انبیاء کرام (علیہم السلام) ان لوگوں کے لیے سفارش کریں گے جنہوں نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی شہادت دی ہوگی۔

(۱۹) جناب رسول خدا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہترین دعا وہ ہے جو عرفہ کے دن کی جائے۔

وافضل ما قلت انا والنبیون من قبلی، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ وحدہ لا شریک لہ (موطا امام مالک ص۱۶۵ والترغیب والترہیب ۲ ص۲۴۳)

اور بہترین وہ چیز جو میں نے اور مجھ سے پہلے تمام پیغمبروں نے کہی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی الٰہ نہیں ہے اور وہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے۔

(۲۰) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

افضل الذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ (ترمذی ج ۲ ص۱۷۳، وابن ماجہ ص۲۷۸ ومشکوٰۃ ۱ ص۲۰۱)

کہ سب سے بہتر اور افضل ذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ ہے۔

(۲۱) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

لا تقوم الساعۃ حتی لا یقال فی الارض لا الٰہ الا اللہ (مستدرک ص ۴۹۴ ج ۴) (قال الحاکم علی شرطہما وقال الہیثمی رجالہ رجال الصحیح مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۲)

اس وقت تک قیامت برپا نہیں ہوگی جب تک زمین پر لا الٰہ الا اللہ پڑھا جاتا ہوگا۔

حضرات! آپ اچھی طرح پڑھ اور سمجھ چکے ہوں گے کہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ کو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک کیا اہمیت حاصل رہی ہے، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا کیا رتبہ اور منزلت ہے۔ دوزخ کی ابدی سزا سے نجات حاصل کرنے اور جنت کی تحصیل میں بفضلہٖ تعالیٰ اس کو کتنا دخل ہے۔ پیغمبروں کی شفاعت، خدا تعالیٰ کی خوشنودی اس پر کس حد تک موقوف ہے بلکہ لا الٰہ الا اللہ کی برکت ہی سے زمینوں اور آسمانوں کا نظام چل رہا ہے۔

(۲۲) حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قریش کو فرمایا کہ میں تمہیں ایک کلمہ بتانا چاہتا ہوں۔ اگر تم نے وہ قبول کر لیا، تو تمام عرب تمہارے تابع ہو جائے گا۔ اور تمام عجم کا جزیہ تمہارے قدموں پر نچھاور کیا جائے گا۔ وہ کلمہ یہ ہے: لا الٰہ الا اللہ کہ کوئی الٰہ نہیں، مگر صرف اللہ تعالیٰ (مستدرک ج ۲ ص ۴۳۲ قال الحاکم والذہبی صحیح) قریش نے سن کر کہا:-

أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَٰهًا وَاحِدًا إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ (پ ۲۳، ص، ع ۱)

کیا اس نے سب الٰہوں کا ایک ہی الٰہ کر دیا ہے۔ بیشک یہ تو بڑے تعجب کی بات ہے۔

اس حدیث اور آیت سے معلوم ہوا کہ وہی لوگ جو بالیقین خدا تعالیٰ ہی کو اپنا اور زمین اور آسمان کا خالق، بلکہ مدبر الامر اور ہر چیز کا اختیار رکھنے والا مانتے تھے۔ ان کو صرف ایک الٰہ کے ماننے میں نہ صرف تامل تھا بلکہ تعجب بھی تھا۔ چونکہ وہ

اہل زبان تھے، وہ اچھی طرح سمجھتے تھے کہ الٰہ کا معنیٰ کیا ہے؟ وہ سمجھتے تھے کہ جب ہم کلمۂ توحید لا الٰہ الا اللہ پڑھیں گے تو ہمیں کیا کرنا اور کیا کہنا پڑے گا، اور کیا چھوڑنا پڑے گا۔ اس لیے وہ اس کڑوے گھونٹ کے قریب ہی نہیں آتے تھے۔ قرآن کریم اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے لیے لا الٰہ الا اللہ اٹیم بم سے کم نہ تھا۔

۱- اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جب مشرکین کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا جاتا تھا کہ خدا تعالیٰ کے بغیر کوئی الٰہ نہیں، تو ان کی کیا حالت و کیفیت ہوتی تھی سن لیجئے:-

إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ (پ ۲۳، صٰفّٰت، ع ۲)

بے شک وہ تھے کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ خدا کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ تو وہ غرور کرتے تھے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مشرکین خدا تعالیٰ کو خالق اور مالک ماننے کے باوجود صرف خدا تعالیٰ کو الٰہ تسلیم کرنے سے انکار اور غرور کرتے تھے اور ان کو اس کے ماننے میں دقت پیش آتی تھی۔

۲- حضرت ابو محذورہؓ فرماتے ہیں کہ ہم ابھی مسلمان نہ ہوتے تھے، اور اسلام سے ہمیں نفرت تھی ہم جب مؤذن کی آواز سنتے، تو اس کی نقل اتارتے اور اس سے استہزاء کرتے تھے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں دیکھ لیا، اور ہماری طرف آدمی بھیجے حتیٰ کہ ہم آپ کے پاس گئے۔ آپ نے فرمایا۔ کون تم میں سے بلند آواز سے اذان کہہ رہا تھا۔ لوگوں نے میرا نام لیا۔ چنانچہ آپ نے مجھے سامنے کھڑا کر کے فرمایا۔ کہو اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر میں نے کہہ دیا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ کہو اشہد ان لا الٰہ الا اللہ، اشہد ان لا الٰہ الا اللہ۔ اشہد ان محمدا رسول اللہ۔ اشہد ان محمدا رسول

تو میں نے وہ بھی پڑھا (لیکن پست آواز سے) آپ نے فرمایا ارجع فامدد من صوتک (نسائی ج۱ ص۲۲ وابن ماجہ ص۵۲ وزیلعی ج۱ ص۲۶۳ وغیرہ) یعنی دوبارہ بلند آواز سے کہو۔ (چنانچہ میں نے دوبارہ بلند آواز سے کہا، اور پھر مجھے اللہ تعالیٰ نے اسلام کی توفیق عنایت فرمائی۔ چونکہ مشرکین کو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا معنیٰ اچھی طرح آتا تھا، اور ان کو اس کا اقرار کرنا (اور اسی ہی کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کرنا) بڑا ہی مشکل تھا، اس لیے حضرت ابو محذورہؓ نے شہادتین کو پست آواز سے ادا کیا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو دوبارہ بلند آواز سے کہنے کا حکم دیا، تاکہ مشرکین کو لا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ سے جو وحشت اور نفرت ہوتی ہے وہ کم ہو۔

یہی وجہ ہے کہ مشرکین کو جو اختلاف تھا، وہ اِلٰہ ہی سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

لَا تَتَّخِذُوْا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (پ۱۴، النحل، ع۷) — تم دو اِلٰہ نہ بناؤ۔ اِلٰہ تو صرف ایک ہی ہے۔

یہ نہیں فرمایا کہ تم دو خالق اور دو خدا نہ بناؤ۔ بلکہ ارشاد یوں ہوتا ہے کہ تم دو اِلٰہ نہ بناؤ، حالانکہ وہ اپنا اور زمین و آسمان کا خالق تو صرف خدا تعالیٰ ہی کو مانتے تھے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

اِلٰہ کا معنیٰ

اِلٰہ کا وہ معنیٰ جس میں مشرکین کو بڑا اختلاف تھا قرآن کریم اور حدیث شریف کی رُو سے بیان کیا جاتا ہے جس میں زمانہ سابق و حال کے مشرک اور زمانہ قدیم اور جدید کے جاہل مبتلا تھے اور ہیں، اور تکالیف کے وقت غیر اللہ کو اِلٰہ سمجھتے تھے، اور اب بھی سمجھتے ہیں۔ کیونکہ اگر یہ معنیٰ کھول کر نہ بیان کیا جائے تو نہ تو عبادت خدا تعالیٰ کے لیے مخصوص ہو سکے گی۔ اور نہ توحید و شرک کا مفہوم ہی سمجھ آسکے گا اور قرآن کریم پر ایمان اور یقین رکھنے کے باوجود عقیدہ نامکمل رہے گا۔ پھر

ایسی مجبوری والا زبان سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ تو کہتا رہے گا مگر سینکڑوں کو اِلٰہ بناتا رہے گا۔ وہ زبانی یہ دعویٰ تو ضرور کرے گا کہ میں اللہ کے بغیر کسی کو رب نہیں سمجھتا، لیکن باین ہمہ اس نے بہتوں کو اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ بنا رکھا ہوگا۔ وہ پوری نیک نیتی سے کہے گا کہ میں اللہ کے بغیر کسی کی عبادت نہیں کرتا۔ مگر پھر بھی بہت سے معبودوں کی عبادت میں مشغول رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ (پ۲۰، نمل، ع۵) — بھلا کون پہنچتا ہے بے کس کی پکار کو جب اس کو پکارتا ہے، اور کون دور کرتا ہے سختی اور کرتا ہے تم کو نائب اگلوں کا زمین میں کیا کوئی اِلٰہ ہے اللہ کے ساتھ، تم بہت کم دھیان کرتے ہو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر یہ بیان فرمایا ہے کہ مجبور اور بے کس کی پکار کو سننا اور اس کی مدد کرنا اور اس کی تکلیف کو دور کرنا اِلٰہ کا کام ہے گویا فریادرس اور تکلیف کو دور کرنے والا اِلٰہ ہوتا ہے، اور اس کے بغیر کوئی بھی اِلٰہ نہیں ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے جب مچھلی کے پیٹ میں دعا کی تو یہ فرمایا کہ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ (پ۱۷، انبیاء، ع۶) — کوئی اِلٰہ صرف تو

مطلب یہ کہ اے اللہ! نہ تیرے بغیر کوئی فریادرس ہے اور نہ تکلیف دور کرنے والا ہے، نہ کوئی حاجت روا ہے اور نہ مشکل کشا ہے۔

حضرات! قرآن کریم کی چند آیات آپ کے سامنے پیش کی جاتی ہیں کہ مشرکین غیر اللہ کو فریادرس اور تکلیف دور کرنے والا سمجھ کر پکارتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک طرف مشرکین کی (دعا یَدْعُوْ کے الفاظ کو سامنے رکھ کر) تردید فرمائی ہے کہ جن کو تم پکارتے ہو، وہ نہ نفع کے مالک ہیں اور نہ ضرر کے اور نہ ہی ان کو تمہاری تکلیفوں اور مصیبتوں کی اطلاع ہے، اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

شیخ الحدیث حضرۃ مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم

کی تصانیف

خزائن السنن	(تقریر ترمذی)	۱۶۰
احسان الباری	(ضروری مباحث بخاری شریف)	۲۰
احسن الکلام	(مسئلہ فاتحہ خلف الامام)	۱۳۵
تسکین الصدور	(مسئلہ حیات النبی)	۹۰
الکلام المفید	(مسئلہ تقلید)	۸۰
مقام ابی حنیفہ		۶۰
راہِ سنت	(رد شرک و بدعت)	۶۶
سماع الموتیٰ		۴۵
عبارات اکابر		۳۰
عیسائیت کا پس منظر		۱۸
راہ ہدایت	(کرامات و معجزات)	۲۵
آئینہ محمدی	(مختصر سیرۃ النبی)	۶

ناشر
مکتبہ صفدریہ
نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ